Registered No. L. 4186

شعبان ۱۳۵۸ھ

جلد ۱۵ عدد ۲

۷۸۶

ماہ نامہ

ترجمان القرآن

علوم قرآنی و حقائق فرقانی کا ذخیرہ

مرتبہ

سید ابو الاعلیٰ مودودی

دفتر رسالہ "ترجمان القرآن" - لاہور

مبارک پارک ۔ پونچھ روڈ

قیمت سالانہ ۵ر

قیمت فی پرچہ ۵ر

رسالہ ترجمان القرآن ماہوار

مرتبہ

سید ابوالاعلیٰ مودودی

تمام ہندوستان میں یہ اپنی نوعیت کا ایک ہی ماہوار رسالہ ہے۔ اِس کا مقصد وحید اعلائے کلمۃ اللہ اور دعوت جہاد فی سبیل اللہ ہے۔ دُنیا میں جو افکار و تخیلات اور اصولِ تہذیب و تمدّن پھیل رہے ہیں، اُن پر قرآنی نقطۂ نظر سے تنقید کرنا اور فلسفہ و سائنس، سیاست و معیشت، تمدّن و معاشرت ہر چیز میں قرآن و سُنّت کے پیش کردہ اصولوں کی تشریح کرنا اور زمانۂ جدید کے حالات پر اِن اصولوں کو منطبق کرنا اس رسالہ کا خاص موضوع ہے۔

یہ رسالہ امت مسلمہ کو ایک نئی زندگی کی دعوت دیتا ہے اور اسکی دعوت کا خلاصہ یہ ہے کہ:۔

"اپنے دل اور دماغ کو مسلمان بناؤ۔ جاہلیت کے طریقے چھوڑ کر اسلام کی صراط مستقیم پر چلو۔ قرآن کو لے کر اُٹھو اور دُنیا میں غالب بن کر رہو"۔

یہ رسالہ سات سال سے باقاعدہ نکل رہا ہے اور ملک کے مشہور رسالوں کی صفِ اوّل میں اس کا شمار ہوتا ہے۔ قیمت سالانہ پانچ روپے۔ نمونے کا پرچہ ۸

مینجر رسالہ "ترجمان القرآن" لاہور

[illegible] پریس [illegible] روڈ لاہور میں طبع ہوا

فہرست مضامین

ماہ شعبان ۵۸ھ - (اکتوبر ۳۹ء) - جلد ۱۵ - عدد ۲

باہتمام ابوالاعلیٰ مودودی پرنٹر و پبلشر گیلانی الیکٹرک پریس، ہسپتال روڈ لاہور
میں طبع ہو کر دفتر ترجمان القرآن پونچھ روڈ
مبارک پارک سے شائع ہوا

اشارات

صفحہ ۲۰ سے ۹۲ تک پھاڑے گئے ہیں

چند آیات اور چند احادیث

وَاَلْقَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ كُلَّمَآ اَوْقَدُوْا نَارًا لِّلْحَرْبِ اَطْفَاَهَا اللّٰهُ وَيَسْعَوْنَ فِى الْاَرْضِ فَسَادًا وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ - (مائدہ - ۹)

ترجمہ - ہم نے اہل کتاب کے درمیان (ان کی سرکشی اور نافرمانی کے سبب سے) قیامت تک کے لیے عداوت ڈال دی - جب کبھی وہ جنگ کی آگ بھڑکاتے ہیں، اللہ اس کو بجھا دیتا ہے - وہ زمین میں فساد برپا کرنے کی کوشش کرتے ہیں، اور اللہ فسادیوں کو پسند نہیں کرتا -

وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّفَسَدَتِ الْاَرْضُ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ (بقرہ - ۳۳)

ترجمہ - اور اگر اللہ کچھ انسانوں کے فساد کو دوسرے انسانوں کے ذریعہ سے دفع نہ کرتا رہتا تو زمین کا سارا انتظام بگڑ جاتا (یا زمین کی زندگی یکسر خراب ہو کر رہ جاتی) مگر یہ دنیا والوں پر اللہ کا بڑا فضل ہے (کہ وہ یوں فساد کی آگ بجھانے کا انتظام کرتا رہتا ہے)

ظَهَرَ الْفَسَادُ فِى الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ اَيْدِى النَّاسِ لِيُذِيْقَهُمْ بَعْضَ الَّذِىْ عَمِلُوْا (الروم - ۵)

ترجمہ - خشکی اور تری میں فساد پھوٹ پڑا - یہ لوگوں کے اپنے کیے کرتوتوں کا نتیجہ ہے اور اسلیے ہے کہ ان کو خود ان کے بعض اعمال کا مزا چکھائے -

قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلٰٓى اَنْ يَّبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ اَوْ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِكُمْ

[1] یہ آیت اس موقع پر نازل ہوئی تھی جب مشرقی رومن ایمپائر اور (۱۲۲) سلطنت ایران کے درمیان جنگ کا اعلان ہوا تھا -

اَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا وَّيُذِيْقَ بَعْضَكُمْ بَاْسَ بَعْضٍ (انعام - ۸)

ترجمہ - اے نبی! ان سے کہدو کہ اللہ تعالیٰ اس کی قدرت رکھتا ہے کہ تم پر ایسا عذاب بھیجے جو تمہارے سر کے اوپر سے یا تمہارے پاؤں کے نیچے سے تم کو آدبوچے یا تمہیں جتھوں اور گروہوں میں تقسیم کر کے تم کو ایک دوسرے کی زور آزمائی و درازدستی کا مزا چکھوا دے۔

سَاَصْرِفُ عَنْ اٰيٰتِيَ الَّذِيْنَ يَتَكَبَّرُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَاِنْ يَّرَوْا كُلَّ اٰيَةٍ لَّا يُؤْمِنُوْا بِهَا وَاِنْ يَّرَوْا سَبِيْلَ الرُّشْدِ لَا يَتَّخِذُوْهُ سَبِيْلًا وَاِنْ يَّرَوْا سَبِيْلَ الْغَيِّ يَتَّخِذُوْهُ سَبِيْلًا ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَكَانُوْا عَنْهَا غٰفِلِيْنَ وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَلِقَآءِ الْاٰخِرَةِ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ هَلْ يُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (اعراف - ۱۷)

ترجمہ - میں اپنی آیات سے ان لوگوں کو پھیر دونگا (یعنی اُن کے دل کی آنکھوں کو اپنی نشانیوں کے لیے اندھا کر دونگا) جو زمین میں بغیر کسی حق کے تکبر کرتے ہیں (یعنی اپنی کبریائی کا جھنڈا بلند کرتے پھرتے ہیں) اور کوئی نشانی دیکھ کر بھی ایمان نہیں لاتے ان کا حال یہ ہے کہ جو راستی کا طریقہ نظر آتا ہے اس پر چلنا قبول نہیں کرتے اور جو بدراہی و کجروی کا طریقہ نظر آتا ہے اس پر چل پڑتے ہیں۔ یہ اسلیے کہ انہوں نے ہمارے احکام اور ہماری ہدایات کو جھٹلایا اور ان سے تغافل اختیار کیا۔ اور جو لوگ ہمارے احکام کو جھٹلاتے ہیں اور آخرت کا انکار کرتے ہیں انکی وہ ساری کارگذاریاں جو وہ دنیا کی زندگی میں کرتے ہیں بے نتیجہ ہو کر رہ جاتی ہیں۔ کیا وہ اپنی کرنی کے خلاف کچھ اور پھل پا سکتے ہیں؟

وَتِلْكَ عَادٌ جَحَدُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ وَعَصَوْا رُسُلَهٗ وَاتَّبَعُوْا اَمْرَ كُلِّ

جَبَّارٍ عَنِيدٍ وَاتُّبِعُوا فِي هَٰذِهِ الدُّنْيَا لَعْنَةً وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ أَلَا إِنَّ عَادًا كَفَرُوا رَبَّهُمْ أَلَا بُعْدًا لِعَادٍ قَوْمِ هُودٍ (ہود - ۵)

ترجمہ - یہ تمہارے سامنے عاد کی مثال موجود ہے - انہوں نے اپنے رب کی آیات (احکام و ہدایات) کو ماننے سے انکار کیا - اُس کے رسولوں کی تعلیم سے منہ موڑا - اور ہر جبار دشمنِ حق کی پیروی کی - (نتیجہ کیا ہوا؟) اس دنیا میں بھی لعنت انکے پیچھے پڑی اور قیامت کے روز بھی وہ لعنت ہی میں مبتلا ہونگے - سنو! عاد نے اپنے رب کی نافرمانی کی تھی - پھر سنو! ہود پیغمبر کی قوم، عاد، دور پھینک دی گئی -

أَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ إِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ الَّتِي لَمْ يُخْلَقْ مِثْلُهَا فِي الْبِلَادِ وَثَمُودَ الَّذِينَ جَابُوا الصَّخْرَ بِالْوَادِ وَفِرْعَوْنَ ذِي الْأَوْتَادِ الَّذِينَ طَغَوْا فِي الْبِلَادِ فَأَكْثَرُوا فِيهَا الْفَسَادَ فَصَبَّ عَلَيْهِمْ رَبُّكَ سَوْطَ عَذَابٍ إِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ (الفجر)

ترجمہ - تو نے دیکھا نہیں کہ تیرے رب نے کیا کیا عادِ ارم کے ساتھ جو بڑے ستونوں والے تھے اور اپنے زمانے کی قوموں میں کوئی انکی ٹکر کا نہ تھا، اور ثمود کے ساتھ جنھوں نے وادی القریٰ میں پہاڑ تراش کر عمارتیں بنائیں تھیں، اور فرعون کے ساتھ جو بڑے لاؤ لشکر والا تھا؟ انہوں نے دنیا کے ممالک میں سرکشی کا طوفان برپا کیا اور بہت فساد پھیلایا - آخر تیرے رب نے عذاب کا کوڑا اُن پر پھٹکار دیا - خوب جان لے کہ تیرا رب قوموں کے اعمال پر ہر وقت نظر رکھتا ہے -

---

وَالَّذِينَ يَنْقُضُونَ عَهْدَ اللَّهِ مِنْ بَعْدِ مِيثَاقِهِ وَيَقْطَعُونَ مَا أَمَرَ اللَّهُ بِهِ أَنْ يُوصَلَ وَيُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ أُولَٰئِكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ

(سورۃ الرعد - ۳)

ترجمہ - جو لوگ اللہ کے عہد کو مضبوط کرنے کے بعد پھر توڑ دیتے ہیں اور کاٹتے ہیں اُس کو جسے اللہ نے جوڑنے کا حکم دیا ہے اور زمین میں فساد برپا کرتے ہیں ان کے لیے لعنت ہے اور ان کے لیے بُرا ٹھکانا ہے۔

تشریح - "اللہ کے عہد کو مضبوط کرنے کے بعد" یہ قرآن کا مخصوص طرز بیان ہے۔ اس سے مراد ایک تو وہ فطری اور ازلی عہد ہے جو انسان نے خدا سے کیا تھا کہ اسکے سوا کسی کی بندگی نہ کریگا۔ دوسرے اس سے مراد وہ عہد و پیمان اور وعدے بھی ہیں جو ایک انسان دوسرے انسان سے یا ایک قوم دوسری قوم سے کرے۔

"کاٹتے ہیں اُس کو جسے اللہ نے جوڑنے کا حکم دیا ہے" اس سے مراد وہ تمام انسانی روابط اور تمدنی تعلقات ہیں جن کو راستبازی اور دیانت کے ساتھ قائم رکھنے کا اللہ تعالیٰ کی تمام شریعتیں ابتدا سے حکم دیتی چلی آئی ہیں۔ مفسد اشخاص اور گروہ انہی روابط اور علائق کو کاٹتے اور خراب کرتے ہیں، اور اسی وجہ سے زمین میں فساد برپا ہوتا ہے۔

إِنَّ شَرَّ الدَّوَابِّ عِندَ اللَّهِ الَّذِينَ كَفَرُوا فَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ الَّذِينَ عَاهَدتَّ مِنْهُمْ ثُمَّ يَنقُضُونَ عَهْدَهُمْ فِي كُلِّ مَرَّةٍ وَهُمْ لَا يَتَّقُونَ ...... وَإِمَّا تَخَافَنَّ مِن قَوْمٍ خِيَانَةً فَانبِذْ إِلَيْهِمْ عَلَىٰ سَوَاءٍ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْخَائِنِينَ (انفعال - ۷)

ترجمہ - اللہ کے نزدیک زمین پر چلنے والے تمام جانداروں میں بدترین لوگ وہ بے ایمان کفار ہیں جن سے تو نے معاہدہ کیا اور پھر انہوں نے اپنے عہد و پیمان اور اپنے وعدوں کو بار بار توڑا اور ذرا پرہیزگاری اختیار نہ کی ..... اور جب کسی قوم کی بار بار کی بدعہدیوں سے تجھے خوف

ہو کہ وہ اب بھی اپنے عہد و پیمان اور اپنے وعدوں میں خائن ثابت ہونگے تو انصاف کو ملحوظ رکھ کر ان کے وعدوں اور پیمانوں کو ان کی طرف پھینک دے۔ اللہ خائنوں کو پسند نہیں کرتا۔

وَلَا تَكُونُوا كَالَّتِي نَقَضَتْ غَزْلَهَا مِن بَعْدِ قُوَّةٍ أَنكَاثًا تَتَّخِذُونَ أَيْمَانَكُمْ دَخَلًا بَيْنَكُمْ أَن تَكُونَ أُمَّةٌ هِيَ أَرْبَىٰ مِنْ أُمَّةٍ إِنَّمَا يَبْلُوكُمُ اللَّهُ (النحل - ۱۳)

ترجمہ۔ اور تم اس عورت کی طرح نہ بن جاؤ جو کافی قوت صرف کر کے سوت کاتے اور پھر آپ ہی اس کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے۔ تم اپنے عہد و پیمان کو آپس میں دھوکا دینے اور حیلہ سازی کرنے کا آلہ بناتے ہو تاکہ ایک قوم دوسری قوم سے زیادہ پھلے پھولے۔ اللہ تو تمہیں پرکھتا اور آزماتا ہے (کہ تم کھرے ہو یا کھوٹے)۔

وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ قَالُوا إِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُونَ أَلَا إِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُونَ (بقرہ - ۲)

ترجمہ۔ اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ زمین میں فساد نہ پھیلاؤ تو کہتے ہیں کہ ہم تو اصلاح کرنے والے ہیں۔ خبردار! حقیقت میں یہی مفسد ہیں۔

لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ يَفْرَحُونَ بِمَا أَتَوا وَّيُحِبُّونَ أَن يُحْمَدُوا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوا فَلَا تَحْسَبَنَّهُم بِمَفَازَةٍ مِّنَ الْعَذَابِ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ (آل عمران - ۱۹)

ترجمہ۔ جو لوگ اپنے کرتوتوں پر فرحاں و شاداں ہوتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ ان کی تعریف و توصیف ایسے نیک کاموں کے لیے ہو جو فی الواقع انہوں نے کیے ہی نہیں (یعنی جو بدکار اور ظالم ہونے کے باوجود چاہتے ہیں کہ نیکوکار اور عادل سمجھے جائیں اور اس حیثیت سے انکی تعریف کی جائے) ان کو سزا سے محفوظ نہ سمجھو۔ ان کے لیے دردناک سزا ہے۔

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ يُزَكُّونَ أَنْفُسَهُمْ بَلِ اللَّهُ يُزَكِّي مَنْ يَشَاءُ (النساء - ۷)

ترجمہ - تونے دیکھا نہیں ان لوگوں کو جو اپنی پاکدامنی کا ڈھنڈورا پیٹتے ہیں ؟ حالانکہ پاکدامنی تو اللہ ہی جس کو چاہتا ہے عطا کرتا ہے ۔

فَلَوْلَا كَانَ مِنَ الْقُرُونِ مِنْ قَبْلِكُمْ أُولُو بَقِيَّةٍ يَنْهَوْنَ عَنِ الْفَسَادِ
فِي الْأَرْضِ إِلَّا قَلِيلًا مِمَّنْ أَنْجَيْنَا مِنْهُمْ وَاتَّبَعَ الَّذِينَ ظَلَمُوا مَا أُتْرِفُوا فِيهِ وَ
كَانُوا مُجْرِمِينَ وَمَا كَانَ رَبُّكَ لِيُهْلِكَ الْقُرَى بِظُلْمٍ وَأَهْلُهَا مُصْلِحُونَ (هود - ۱۰)

ترجمہ - تم سے پہلے جو قومیں گذری ہیں ان میں کیوں نہ ایسے نیک لوگ ہوئے جو زمین میں فساد پھیلانے سے روکتے ؟ ایسے لوگ نکلے بھی تو تھوڑے نکلے (جو حالات کے بگاڑ کو درست کرنے کے لیے کافی نہ تھے) اور اُن کو ہم نے نجات دیدی ۔ باقی تمام لوگ اُن دنیاوی لذتوں کے بندے بنے رہے جو ان کو دی گئی تھیں اور وہ ظالم و نافرمان اور مجرم تھے ۔ (اسی لیے وہ قومیں تباہ ہوئیں) اور تیرا رب ایسا ظالم نہیں ہے کہ جن بستیوں کے لوگ نیکوکار ہوں ان کو خواہ مخواہ تباہ و برباد کر دے ۔

وَلَقَدْ أَهْلَكْنَا الْقُرُونَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَمَّا ظَلَمُوا وَجَاءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ
وَمَا كَانُوا لِيُؤْمِنُوا كَذَٰلِكَ نَجْزِي الْقَوْمَ الْمُجْرِمِينَ ثُمَّ جَعَلْنَاكُمْ خَلَائِفَ
فِي الْأَرْضِ مِنْ بَعْدِهِمْ لِنَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُونَ (یونس - ۲)

ترجمہ - تم سے پہلے کی قوموں کو ہم نے اس وقت تباہ کیا جبکہ انہوں نے ظلم (سرکشی و نافرمانی) اختیار کی ۔ اللہ کے رسول انکے پاس کھلی ہوئی ہدایتیں لے کر آئے مگر انہوں نے رسولوں کی

تعلیمات کو قبول نہ کیا۔ (لہٰذا وہ تباہ کر دیئے گئے) اور ہم مجرم قوموں کو یونہی سزا دیا کرتے ہیں۔ پھر ہم نے ان کے بعد تم کو زمین میں ان کا جانشین بنایا تاکہ دیکھیں تم کیسے عمل کرتے ہو۔ (یعنی وہی حرکتیں تم کرو گے تو وہی انجام تمہارا بھی ہوگا)

لَا تُطِيعُوا أَمْرَ الْمُسْرِفِينَ الَّذِينَ هُمْ يُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ وَلَا يُصْلِحُونَ (الشعراء - ۸)

ترجمہ - اُن حد سے تجاوز کر جانے والے لوگوں کی اطاعت نہ کرو جو زمین میں فساد کرتے ہیں اور اصلاح نہیں کرتے۔

لَا تُطِعْ مَنْ أَغْفَلْنَا قَلْبَهُ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوَاهُ وَكَانَ أَمْرُهُ فُرُطًا (الکہف - ۴)

ترجمہ - اُس کی اطاعت نہ کر جس کے دل کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا ہے اور جو اپنے نفس کی خواہشات کا پیرو ہے اور جس کے کام میں افراط و تفریط ہے۔

تَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ (المائدہ - ۱)

ترجمہ - نیکی اور تقویٰ کے کاموں میں ساتھ دو اور گناہ اور زیادتی کے کاموں میں کسی کا ساتھ نہ دو اور اللہ سے ڈرو کہ اللہ سخت سزا دینے والا ہے۔

قُلْ تَعَالَوْا أَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ ...... وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ (انعام - ۱۹)

ترجمہ ۔ اے نبی کہو کہ آؤ میں تمہیں بتاؤں کہ تمہارے رب نے تم پر کیا حرام کیا ہے ......
(ان میں سے ایک یہ ہے کہ) کسی ایسی جان کو جسے اللہ نے حرام قرار دیا ہے قتل نہ کرو مگر حق کی خاطر۔

لَا يَقْتُلُونَ النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ (الفرقان - ۶)

ترجمہ ۔ (مومنوں کی صفات میں سے ایک صفت یہ ہے کہ) وہ کسی جان کو جسے اللہ نے حرام قرار دیا ہے قتل نہیں کرتے مگر حق کی خاطر۔

مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ أَوْ فَسَادٍ فِي الْأَرْضِ فَكَأَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيعًا (المائدہ - ۵)

ترجمہ ۔ جس نے کسی جان کو قتل کیا، بغیر اسکے کہ یہ قتل کسی دوسری جان کے قصاص میں ہو یا زمین میں فساد پھیلانے کے جرم کی سزا میں ہو، تو گویا اس نے تمام انسانوں کو قتل کیا۔

تشریح ۔ ان آیات میں قرآن نے انسان کے بنیادی حقوق میں سے ایک حق کا اعلان کیا ہے اور وہ حق یہ ہے کہ ہر انسان کی جان خدا کے نزدیک محترم ہے اور کسی شخص کو اسے ہلاک کرنے کا حق نہیں ہے ۔ اس میں خدا نے مومن اور کافر کے درمیان کوئی فرق نہیں کیا۔ آدمی خواہ مومن ہو یا کافر، بہر حال اسکی جان بنیادی حرمت رکھتی ہے ۔

اس اصول میں صرف دو استثناء ہیں ۔ ایک یہ کہ آدمی نے کسی دوسرے آدمی کی جان لی ہو۔ دوسرے یہ کہ وہ زمین میں فتنہ و فساد برپا کرنے کا مجرم ہو۔ "حق کی خاطر" جان لینے کی اجازت جو دی گئی ہے اس سے مراد یہی دو صورتیں ہیں ۔

وَالْفِتْنَةُ أَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ (بقرہ - ۲۴)

ترجمہ ۔ فتنہ قتل سے زیادہ بری چیز ہے ۔

قَاتِلُوهُمْ حَتَّىٰ لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَيَكُونَ الدِّينُ لِلَّهِ (بقرہ - ۲۴)

ترجمہ - ان سے جنگ کرو یہاں تک کہ فتنہ باقی نہ رہے اور (دنیا میں) دین (یعنی اطاعت وفرمانبرداری) صرف اللہ کے لیے ہو جائے۔

تشریح - فتنہ اور فساد کا لفظ قرآن جس معنی میں استعمال کرتا ہے اسکی توضیح اس آیت میں کردی گئی ہے۔ ایک حالت یہ ہے کہ انسان صرف اللہ کا (یعنی اس کے قانون کا) مطیع و فرمانبردار ہو اور اسکے بالمقابل دوسری حالت یہ ہے کہ وہ خدا کے قانون کا مطیع و فرمانبردار نہ ہو۔ اسی دوسری حالت کا نام فتنہ اور فساد فی الارض ہے، اور اسی حالت کو پہلی حالت سے بدلنے کے لیے لڑنا قرآن کی نگاہ میں "حق کی خاطر" لڑنا ہے۔ ایک فساد کی جگہ دوسرے فساد کو قائم کرنا، یا ایک فساد کے مقابلہ میں دوسرے فساد کو باقی رکھنا "حق" نہیں ہے اور اس غرض کے لیے انسانی جان جیسی محترم چیز کو ہلاک کرنا مومن کا کام نہیں۔

الَّذِينَ آمَنُوا يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ كَفَرُوا يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ الطَّاغُوتِ (النساء - ۱۰)

ترجمہ - جو لوگ ایمان لائے ہیں وہ لڑتے ہیں اللہ کی راہ میں اور جو کافر ہیں وہ لڑتے ہیں طاغوت کی راہ میں۔

تشریح - "اللہ کی راہ" سے مراد وہی مقصد ہے جو اوپر بیان ہوا، یعنی یَكُونَ الدِّينُ لِلَّهِ رہا "طاغوت" تو یہ لفظ طغیان سے ہے جس کے معنی سرکشی، زیادتی اور حد جائز سے گزر جانے کے ہیں۔ اسی معنی کے لحاظ سے شیطان کو طاغوت کہا گیا ہے۔

إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُم بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ

يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُونَ وَيُقْتَلُونَ - وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا
فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيلِ وَالْقُرْاٰنِ وَمَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ مِنَ اللّٰهِ فَاسْتَبْشِرُوْا
بِبَيْعِكُمُ الَّذِيْ بَايَعْتُمْ بِهٖ وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ (التوبہ - ۱۱۱)

ترجمہ - اللہ تعالیٰ نے مومنوں سے ان کی جانوں اور مالوں کو خرید لیا ہے اس معاوضہ میں کہ اُنکے لیے جنت ہے - لہٰذا وہ اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں، اور اس لڑائی میں جان دیتے بھی ہیں اور لیتے بھی ہیں - یہ وعدہ (کہ ایسے مومنوں کو جنت دی جائیگی) اللہ کے ذمہ پکا ہو چکا ہے توراۃ میں بھی اور انجیل میں بھی اور قرآن میں بھی، اور اللہ سے بڑھ کر کون ہے جو اپنے عہد کو پورا کرنے والا ہو- لہٰذا تم خوش ہو جاؤ اپنی اس بیع کے معاملہ پر جو تم نے کیا ہے اور یہی بڑی کامیابی ہے-

تشریح - بیع کا مفہوم ہر شخص جانتا ہے کہ اس سے مراد کسی چیز کے معاوضہ میں اپنی ملکیت کو دوسرے کی طرف منتقل کرنا ہے - جب آپ نے معاوضہ کو قبول کر کے بیع کا معاملہ پختہ کر لیا تو فروخت کردہ چیز کے مالک آپ نہیں رہے - اب اس چیز کو نہ تو آپ کسی دوسرے کے ہاتھ فروخت کرنے کے مجاز ہیں اور نہ خود اس میں حسب منشار تصرف کرنے یا اس کو ضائع کر دینے کا حق آپ کو پہنچتا ہے۔ اگر خریدار نے بیع کا معاملہ ہو جانے کے بعد بھی وہ چیز آپ ہی کے پاس رہنے دی ہے تو وہ اسکی امانت ہے - مالک وہ ہے اور آپ امین ہیں - لہٰذا اسکی ملکیت میں آپ کو اسی کے منشا کے مطابق تصرف کرنا چاہیے - جہاں وہ اسکی حفاظت کا حکم دے وہاں اسکی حفاظت کرنی چاہیے اور جہاں وہ اسے خرچ کرنے یا قربان کر دینے کا حکم دے وہاں بلا تامل اس کا حکم بجا لانا چاہیے کیونکہ وہ مالک ہے - اگر آپ نے چیز کو فروخت کر دینے کے بعد بھی اسے اپنی ملک سمجھا، اور خود اپنی مرضی کے مطابق اس میں تصرف کیا، یا اسے کسی اور کے ہاتھ بیچ دیا، یا مالک کے منشا کو پورا کرنے سے انکار کیا تو یہ خیانت ہے - اسکے معنی یہ ہیں کہ آپ نے بیع کے معاملہ کو توڑ دیا - اسکے بعد نہ صرف یہ کہ آپ وہ معاوضہ

پلانے کے مستحق نہیں رہتے جس کا تمسک خریدار نے آپ کو لکھ کر دیا ہے، بلکہ اس کے سزاوار ہو جاتے ہیں کہ آپ پر خیانت و بد عہدی کا مقدمہ چلایا جائے۔

یہ آیت مسلمان اور خدا کے تعلق کی اصولی نوعیت اس طرح واضح کر دیتی ہے کہ اس سے زیادہ وضاحت ممکن نہیں۔ اس کی رو سے ایمان ایک معاہدہ ہے خدا اور بندے کے درمیان۔ ایمان لاتے ہی بندہ اپنے آپ کو اور اپنی ہر چیز کو خدا کے ہاتھ فروخت کر دیتا ہے جس کی رقم بعد کو ادا ہونے والی ہے۔ لا الٰہ الا اللہ پڑھنے کے معنی دراصل اس بیع نامہ پر دستخط کرنے کے ہیں۔ اس کے بعد مومن کے لیے لازم ہو جاتا ہے کہ اپنی جان اور مال میں صرف خدا کی مرضی اور اس کے قانون کے مطابق تصرف کرے، اور ہر وقت یہ سمجھے کہ میں ان چیزوں کا مالک نہیں ہوں بلکہ مالک کا امین ہوں۔ جو شخص مرتے دم تک اس بیع کے معاہدہ پر قائم رہا اور اس امانت کی ذمہ داری کو خوب سمجھ کر ادا کرتا رہا وہ اس معاوضے کے پانے کا حق دار ہے جس کا تمسک خدا نے توراۃ اور انجیل اور قرآن میں لکھ دیا ہے۔ اور جس نے بیع نامہ پر دستخط کرنے کے بعد بھی اپنے آپ کو اپنے نفس و جسم و مال کا مالک سمجھا اور اس میں خدا کی مرضی کے بجائے اپنی مرضی کے مطابق جیسا چاہا تصرف کیا اور اس کو جس کے ہاتھ چاہا فروخت کر دیا تو درحقیقت اس نے خدا سے اپنا معاہدہ توڑ دیا، خواہ وہ زبان سے کتنی ہی مرتبہ لا الٰہ الا اللہ پڑھتا رہے، اور اسلام پر کتنی ہی فلسفیانہ تقریریں کیا کرے اور اسلام کے غم میں گھل گھل کر کتنا ہی موٹا ہوتا رہے۔

والذی نفسی بیدہ لا یؤمن احدکم حتی یکون ھواہ تبعا لما جئت بہ (الحدیث)

ترجمہ۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا جب تک

کہ اسکی خواہشات اُس قانون اور اس ہدایت کی تابع نہ ہو جائیں جسے میں لے کر آیا ہوں۔

عن معاذ عن النبی صلّی اللہ علیہ وسلم انہ قال لا طاعة لمن لم یطع اللہ (مسند احمد)

ترجمہ۔ حضرت معاذ بن جبل روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو اللہ کا مطیع نہ ہو وہ اِس کا حق دار نہیں کہ اس کی اطاعت کی جائے۔

وفی روایة لا طاعة فی معصیة اللہ (مسند احمد)

ترجمہ۔ ایک دوسری روایت میں حضورؐ کا یہ ارشاد آیا ہے کہ اللہ کی نافرمانی میں کسی کی فرمانبرداری نہ کرنی چاہیے۔

عن عبد اللہ بن عمر عن النبی صلّی اللہ علیہ وسلم قال السمع والطاعة علی المرء المسلم فیما احب وکرہ مالم یومر بمعصیة فاذا امر بمعصیة فلا سمع ولا طاعة (بخاری)

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ ابن عمر روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مرد مسلمان کو اپنے امیر کا حکم سننا اور ماننا چاہیے (خواہ وہ حکم اسے پسند ہو یا ناپسند) جب تک کہ اسے معصیت کا حکم نہ دیا جائے۔ اور جب معصیت کا حکم دیا جائے تو نہ سننا ہے اور نہ ماننا۔

عن انس بن مالک عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اکبر الکبائر الاشراک باللہ وقتل النفس وعقوق الوالدین وقول الزور او قال وشھادة الزور (بخاری)

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالک روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بڑے

گناہوں میں سب سے بڑا گناہ اللہ کے ساتھ شرک کرنا ہے، اسکے بعد انسانی جان کو ہلاک کرنا، اسکے بعد والدین کی نافرمانی اور حق تلفی کرنا۔ اسکے بعد راوی کو شبہ ہے کہ جھوٹ کا ذکر فرمایا یا جھوٹی شہادت کا۔

عن عبد اللہ بن مسعود قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اول ما یقضی بین الناس یوم القیمۃ فی الدماء (بخاری و مسلم)

ترجمہ - عبد اللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے روز سب سے پہلے جن مقدمات کا فیصلہ ہوگا وہ خون کے ہونگے۔

عن عبد اللہ بن مسعود عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال یجیٔ المقتول متعلقاً بقاتلہ یوم القیمۃ آخذاً راسہ بیدہ الاخریٰ فیقول یارب سل ھذا فیم قتلنی قال فیقول قتلتہ لتکون العزۃ لک فیقول فانہا لی قال ویجیٔ آخر متعلقاً بقاتلہ فیقول رب سل ھذا فیم قتلنی قال فیقول قتلتہ لتکون العزۃ لفلان قال فانہا لیست لہ بوء باثمہ (نسائی)

ترجمہ - عبد اللہ ابن مسعود نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا قیامت کے روز ایک مقتول ایک ہاتھ سے اپنے قاتل کا دامن پکڑے اور دوسرے ہاتھ سے اپنا سر پکڑے ہوئے آئیگا اور کہے گا کہ پروردگار! اس سے پوچھ کہ اس نے مجھے کس قصور میں قتل کیا۔ قاتل کہے گا کہ خدایا میں نے اسے اسلیے قتل کیا تھا کہ دنیا میں صرف تیری عزت قائم ہو۔ اللہ تعالیٰ فرمائیگا کہ ہاں عزت کا حقدار میں ہی تھا (تو نے ٹھیک کیا جو اس غرض کے لیے اسے قتل کیا)۔ ایک دوسرا مقتول اسی طرح اپنے قاتل کو پکڑے ہوئے آئیگا اور کہے گا کہ پروردگار! اس سے پوچھ کہ اس نے مجھے کس قصور میں قتل کیا۔ قاتل کہے گا کہ میں نے اسے اسلیے قتل کیا کہ دنیا میں فلاں شخص یا قوم کی عزت قائم ہو۔ اللہ تعالیٰ فرمائیگا کہ عزت اس کا حق نہ تھی لہذا تو اس کے گناہ کی سزا بھگت۔

وفی روایۃ عند النسائی ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال یجئ المقتول بقاتلہ یوم القیمۃ فیقول سل ھذا فیم قتلنی فیقول قتلتہ علی ملک فلان

ترجمہ - نسائی کی ایک دوسری روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ حضور نے فرمایا کہ مقتول اپنے قاتل کو پکڑے ہوئے آئیگا اور کہے گا کہ خدایا اس سے پوچھ کہ اس نے مجھے کس قصور میں قتل کیا۔ قاتل جواب دیگا کہ میں نے اسے فلاں کی بادشاہی یا فلاں کی سلطنت کی حمایت میں قتل کیا (پھر وہ فیصلہ سنایا جائیگا جو اوپر بیان ہوا)

عن ابی امامۃ الباھلی قال، جاء رجل فقال یارسول اللہ ارأیت رجلا غزا یلتمس الاجر والذکر ماله قال لاشئ له فاعادھا ثلاثا کل ذلک یقول لاشئ له ثم قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ لایقبل من العمل الاماکان له خالصا وابتغی به وجھه (ابوداؤد و نسائی)

ترجمہ - حضرت ابو امامہ باہلی روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یارسول اللہ ایک شخص اُجرت کی خاطر لڑتا ہے یا اسلیے لڑتا ہے کہ اس کو عزت اور شہرت حاصل ہو۔ اس کو خدا کے ہاں کیا ملے گا۔ حضور نے فرمایا اسے کچھ نہ ملے گا۔ اس سائل نے بار بار تین مرتبہ یہی سوال کیا اور حضور نے ہر مرتبہ یہی جواب دیا۔ پھر آپ نے اسے سمجھاتے ہوئے فرمایا کہ اللہ کسی عمل کو قبول نہیں کرتا جب تک کہ وہ خالص اسکی رضا اور خوشنودی کے لیے نہ ہو۔

تشریح - یہ حدیث اسلام کے اصولِ قانون میں سے ہے۔ اس میں دراصل یہ بتایا گیا ہے کہ اسلام ایک اصول اور مسلک کا نام ہے اور وہ اگر کبھی لڑتا ہے تو اپنے اصول و مسلک ہی کے

لیے لڑتا ہے۔ اسلام کے نقطۂ نظر سے جنگ و جہاد میں شریک ہونا صرف اس شخص کا کام ہے جو پوری دیانت کے ساتھ اُس اصول کی حمایت اور مسلک کے قیام کی نیت رکھتا ہو جس کے لیے اسلام اٹھا ہے رہا وہ شخص جس کے سامنے اصول و مسلک کا کوئی سوال نہ ہو، بلکہ جو محض اجرت پر لڑے یا اپنی کسی ذاتی منفعت کی خاطر لڑے، تو اسلام میں اسکی کوئی قدر و قیمت نہیں۔ مسلمان کا کام کرایہ کا سپاہی (Mer-cenary) بننا نہیں ہے کہ اسے روپیہ دے کر جو شخص جس کے خلاف چاہے لڑوا لے۔

عن ابی هریرة قال قال رسول الله صلّی الله علیه وسلم من قاتل تحت رأیة عِمِّیَّة یدعوا الی عصبیة او یغضب لعصبیة فقتلته جاهلیة (ابن ماجه)

ترجمہ - حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے اندھا دھند کسی جھنڈے کے نیچے جنگ کی یا جو کسی عصبیت کی طرف بلائے یا کسی عصبیت کی خاطر برسر پیکار ہو وہ اگر مارا جاتا ہے تو جاہلیت کی موت مرتا ہے۔

تشریح - "اندھا دھند کسی جھنڈے کے نیچے لڑنے سے مراد یہ ہے کہ آدمی یہ دیکھے بغیر لڑے کہ یہ جھنڈا کس مقصد کے لیے بلند ہوا ہے۔ چونکہ مسلمان خود ایک مقصد کا علمبردار ہے، اسلیے مسلمان کا کام یہ ہرگز نہیں ہے کہ آنکھیں بند کر کے ہر جھنڈے کے نیچے لڑنے پر آمادہ ہو جائے، بلکہ اسے آنکھیں کھول کر دیکھنا چاہیے کہ یہ جھنڈا کس کا ہے اور کیسا ہے۔

عصبیت سے مراد یہ ہے کہ ایک قوم کی لڑائی دوسری قوم سے محض قومی اغراض کی خاطر ہو نہ کہ کسی اصولِ حق کی خاطر۔

عن فسیلة قالت سمعت ابی یقول سألت النبی صلّی الله علیه وسلم فقلت یارسول الله امن العصبیة ان یحب الرجل قومه قال لا

ولکن من العصبیۃ ان یعین الرجل قومہ علی الظلم (ابن ماجہ)

ترجمہ - فسیلہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے اپنے والد کو یہ کہتے سنا کہ ایک مرتبہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کیا عصبیت میں یہ بھی داخل ہے کہ آدمی اپنی قوم سے محبت کرے؟ آپ نے جواب دیا کہ نہیں، بلکہ عصبیت یہ ہے کہ آدمی ظلم میں اپنی قوم کا ساتھ دے۔

عن ابی موسی الاشعری قال جاء اعرابی الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال الرجل یقاتل لیذکر ویقاتل لیغنم ویقاتل لیری مکانہ فمن فی سبیل اللہ قال من قاتل لتکون کلمۃ اللہ ھی العلیا فھو فی سبیل اللہ

(نسائی)

ترجمہ - ابوموسیٰ اشعری سے روایت ہے کہ ایک بدوی عرب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور بولا ایک شخص لڑتا ہے اسلیے کہ اسکی ناموری ہو۔ اور ایک شخص اسلیے لڑتا ہے کہ مال حاصل کرے۔ اور ایک شخص اسلیے جنگ کرتا ہے کہ اس کا مرتبہ نمایاں ہو۔ ان میں سے کس کی جنگ راہ خدا میں ہے؟ آپ نے فرمایا خدا کی راہ میں صرف اس شخص کی جنگ ہے جو اسلیے لڑے کہ اللہ ہی کا بول بالا ہو۔

عن عبد الرحمٰن بن ابی عقبہ وکان مولًا لاھل فارس قال شھدت مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم یوم احد فضربت رجلا من المشرکین فقلت خذھا منی وانا الغلام الفارسی فبلغت النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال الا قلت خذھا منی وانا الغلام الانصاری

(ابن ماجہ)

ترجمہ - عبدالرحمٰن بن ابی عقبہ جو اہل ایران کے آزاد کردہ غلام تھے بیان کرتے ہیں کہ میں

جنگ احد میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک ہوا تھا مشرکین میں سے ایک شخص پر وار کرتے ہوئے میری زبان سے یہ فقرہ نکل گیا کہ "یہ میری طرف سے لے اور میں فارسی نوجوان ہوں"۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اسکی اطلاع پہنچی تو آپ نے فرمایا "تم نے یہ کیوں نہ کہا کہ یہ میری طرف سے لے اور میں انصاری نوجوان ہوں؟"

ہمارا کتب خانہ

الجہاد فی الاسلام : ضخامت ۵۰۰ صفحات قیمت بے جلد چار روپے للعہ مجلد پانچ روپے للعہ

تنقیحات : ضخامت ۲۴۰ صفحات " " ۱۲؍ مجلد ایک روپیہ ۲؍

رسالہ دینیات : " ۱۳۶ " " " " ۱۰؍ مجلد چودہ آنے

سیاسی کشمکش حصہ اول : " ۱۰۴ صفحات قیمت چار آنے

" دوم : " ۲۴۰ " " آٹھ آنے

مسئلہ قومیت : ضخامت ۴۶ صفحات " چار آنے

سیاسی کشمکش ہر دو حصہ :
مع مسئلہ قومیت : } قیمت مجلد عہ؍

سید البشر مصنفہ مولوی ابو سعید عبد الرحمٰن فریدکوٹی قیمت بے جلد ۶؍ محصول ڈاک ۱۰؍

سرایائے رسول : قیمت بے جلد ۴؍

ہمارے نبی کے صحابہ : قیمت بے جلد ۸؍

دفتر ترجمان القرآن ۔ پونچھ روڈ ۔ مبارک پارک لاہور

مقالات

دلائل السنن والآثار

از جناب مولوی نجم الدین صاحب اصلاحی

سنن و آثار نبوی کی تشریعی حیثیت | اب تک جو کچھ لکھا گیا وہ تمام تر اس سوال سے متعلق تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد سے جو روایات ہم تک پہنچی ہیں وہ کس حد تک قابلِ اعتبار ہیں اور ائمہ حدیث نے جو طریقے احادیث کی تحقیق و تنقید کے لیے اختیار کیے وہ کیا تھے اور کیسے تھے۔ اب ہم اس سوال سے بحث کرینگے کہ شریعت میں حدیث کی کیا حیثیت ہے، یا بالفاظ دیگر یہ کہ احادیث حجت شرعی ہیں یا نہیں۔ اگرچہ گذشتہ بحثوں میں بھی ضمناً اس سوال پر بہت کچھ روشنی پڑ چکی ہے مگر یہ مبحث ایک مستقل بحث چاہتا ہے۔

احادیث نبویہ کی شرعی حیثیت کوئی ایسی چیز نہیں ہے جو آج اس دور میں پہلی مرتبہ زیر بحث آئی ہو، بلکہ متقدمین کے دور میں بھی اس پر شکوک و شبہات وارد کیے جا چکے ہیں اور ابتدائی دور کے ائمہ ہی ان شکوک و شبہات کا قلع قمع بھی کر چکے ہیں۔ سب سے پہلے جس کتاب میں اس بحث کا سراغ ملتا ہے وہ حضرت امام شافعی کی کتاب الاُمّ ہے۔ اس میں امام صاحب نے شبہات بھی نقل کیے ہیں اور ان میں سے ایک ایک کی تردید بھی نہایت مضبوط دلائل کے ساتھ کی ہے۔ بعد کے اکابر علما میں سے امام شاطبی صاحب موافقات اور علامہ ابن قیمؒ اور حضرت شاہ ولی اللہؒ صاحب نے اس مسئلہ پر ایسی فیصلہ کن بحثیں کی ہیں کہ اگر معترضین علم اور انصاف کی نعمت سے سرفراز کیے گئے ہوتے اور انہوں نے یہ بحثیں پڑھی ہوتیں تو آج وہ زبان

کھولنے کی جرآت ہی نہ کرتے ۔

قرآن حکیم، اصل دین، شریعت اور قانون ہے ۔ اس امر میں کوئی مسلمان شبہ نہیں کرسکتا لیکن اس سے بھی کوئی انکار نہیں کرسکتا کہ یہ کتاب معانی اور حکمتوں کا ایک بے پایاں سمندر ہے ۔ ایک طرف تو اسکی سادگی کا یہ عالم ہے کہ عرب کے ان پڑھ بدو تک اس کو سن کر اسکا سیدھا سادہ مطلب سمجھ جاتے تھے ۔ اور دوسری طرف اسکی پُرکاری کا یہ حال ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خواص صحابہ جو اعلیٰ درجہ کی فہم و فراست رکھتے اور اسلام کے زندہ نمونہ کو دن رات دن دیکھتے تھے، ان کو بھی ایک ایک سورۃ کے مطالب پر برسوں غور کرنے کے بعد اعتراف کرنا پڑتا تھا کہ وہ اس سمندر کے احاطہ سے عاجز ہیں سطح سے دیکھو تو ایک نظر میں سب کچھ دیکھ سکتے ہو، مگر تفصیل کے ساتھ اسکی گہرائیوں کو ناپنا چاہو تو جسقدر گہرائی میں جاؤ گے اس سے آگے اور زیادہ گہرائیاں ملتی چلی جائینگی ـــــ یہ اس خدائے بزرگ و برتر کا کلام ہے جس کا علم تمام کائنات کے ظاہر و باطن پر حاوی اور تمام حقیقتوں پر محیط ہے ۔ اسی بنا پر لوگ اس کے مطالب کو سمجھنے کے لیے ایک ایسے معلم کے محتاج تھے جس کو خود اللہ تعالیٰ ہی نے اپنے کلام کی ساری گہرائیوں سے واقف کیا ہو ۔ اگر ایسا معلم موجود نہ ہوتا تو لوگ اس کتاب کے مطالب و مقاصد متعین کرنے میں نہ معلوم کس قدر بھٹکتے اور یضل بہ کثیرًا و یھدی بہ کثیرًا کے مصداق اپنے ذہن کی جولانیاں دکھاتے ہوئے کہاں سے کہاں نکل جاتے ۔ علاوہ بریں لوگ اس بات کے بھی محتاج تھے کہ شریعت کے جو احکام اس کتاب میں اجمال کے ساتھ بیان کیے گئے ہیں ان کی تفصیل معلوم کرنے کا کوئی مستند و معتبر ذریعہ ان کے پاس ہو، اور کوئی ایسا ہو جو انہیں تفصیلی صورت میں یہ بتائے کہ یہ کتاب انسان کی زندگی کو کس نقشہ پر مرتب کرنا اور کس ڈھنگ پر چلانا چاہتی ہے ۔ ظاہر ہے کہ اس علم کا ذریعہ اس پیغمبر کے سوا کوئی دوسرا نہیں ہوسکتا تھا جس کے ذریعہ سے خدا نے اپنی یہ کتاب ہمارے پاس بھیجی ۔

آنحضرت صلعم نے بلا واسطہ ذات باری سے تعلیم پا کر اعلان فرمایا کہ "علمت علم الاولین والاخرین" - یہ کیا چیز تھی ؟ یہ صرف قرآن حکیم کا علم تھا - الہٰی اسرار وحکم کی واقفیت تھی - نہ کچھ اور - کلام الہٰی کی رفعت معنوی ولفظی کا خیال کرو تو کوئی ذات ایسی نہیں ہو سکتی جو منشار الہٰی کو قطعی طور پر متعین کر سکے، بجز اُن نفوس قدسیہ کے جن کو اللہ نے خود ہی اپنے کلام کا پورا علم بخشا ہو، یعنی انبیاء علیہم السلام - اسی لیے کلام الہٰی کی تعلیم، تشریح اور تبیین کا حق انہی حضرات منعم علیہم کو پہونچتا ہے اور انہی کی تشریح مستند ومعتبر ہے - اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ الخ وغیرہ آیات سے اسی جانب اشارہ ہے

انبیاء علیہم السلام کو کتاب الہٰی کا اگر پورا پورا علم نہ دیا جائے تو پھر منصب رسالت اور تبلیغ وتعلیم وغیرہ کے الفاظ بالکل بے معنی ہو جاتے ہیں، حالانکہ واقعہ اسکے خلاف ہے - یقیناً یہ حضرات بارگاہ رب العزت کے اول شاگرد ہوتے ہیں اور بلا کسی جزئی اختلاف کے پورے کلام کو عملاً برت کر اور قولاً سمجھا کر اپنے فرض منصبی سے سبکدوش ہوتے ہیں - ان کے سپرد صرف یہی خدمت نہیں کی جاتی کہ کتاب کے الفاظ کو خدا سے لے کر بندوں تک پہنچا دیں، بلکہ ان کے فرائض کا دائرہ اس سے بہت زیادہ وسیع ہوتا ہے - چنانچہ سورۂ جمعہ میں ارشاد ہے :-

يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا	اللہ کی پاکی بیان کر رہی ہیں وہ سب چیزیں جو آسمانوں
فِي الْاَرْضِ الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ الْعَزِيْزِ	اور زمین میں ہیں - وہ بادشاہ پاک ذات زبردست
الْحَكِيْمِ، هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ	حکمت والا ہے - وہی ہے جس نے اٹھایا ان پڑھوں میں
رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَ	ایک رسول انہیں میں سے جو سناتا ہے انکو اسکی آیات اور
يُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ	سنوارتا ہے ان کو اور سکھاتا ہے کتاب اور حکمت -

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے پہلے اپنی چار صفتیں بیان کی ہیں اور پھر رسول بھیجنے کا ذکر کر کے اس رسول کی بھی چار صفتوں کا ذکر کیا ہے - ایک طالب فہم جب خدا اور رسول کی ان چار صفات

پر غور کرتا ہے تو اس پر یہ حقیقت منکشف ہوتی ہے کہ ضرور ان میں باہم گہرا رابطہ اور تعلق ہے۔ اب ترتیب کے ساتھ ان صفات کا موازنہ و مقابلہ کرو۔

(۱) "الملک"۔ خدا بادشاہ ہے اور مخلوق اسکی رعایا۔ بادشاہی کی صفت کا اقتضاء یہ ہے کہ وہ رعایا کے پاس اپنا ایجنٹ بھیجے اور اس کے ذریعہ سے رعایا کو اپنی مرضی سے مطلع کرے۔ چنانچہ پیغمبر کی پہلی صفت یہ بیان کی گئی ہے کہ یتلوا علیھم ایاتہ، یعنی وہ اللہ کی آیات پڑھ کر سناتا ہے آیت کا لفظ کئی معنوں میں مستعمل ہے۔ یہاں اللہ کے احکام اور اسکی ہدایات کو آیات کہا گیا ہے، ایلچی تبلیغ آیات اور تلاوت آیات دونوں کا ایک مفہوم ہوا۔

(۲) "القدوس"۔ خدا پاک ہے۔ اسکی اس صفت کا اقتضاء یہ ہے کہ وہ اپنے بندوں کو بھی پاک دیکھنا چاہتا ہے۔ اگر انسان پاک نہ ہوگا تو انسان میں اور خدا میں بُعد ہوگا۔ یہاں یہ نکتہ بھی پیش نظر رکھنا چاہیے کہ اللہ جو ہمیں پاک دیکھنا چاہتا ہے تو اسکی صورت اس نے یہ اختیار نہیں کی کہ ہمیں فرشتوں کی طرح پاک پیدا کرتا اور ہم کو ناپاک ہونے کی قدرت ہی نہ دیتا۔ بلکہ اس نے ہمارے لیے پاکی اور ناپاکی، دونوں کے امکانات رکھے، اور دونوں راہیں ہمارے لیے کھول دیں، اور دونوں میلانات ہم میں پیدا کیے اور ہم میں عقل اور قوت ارادی اور قوتِ فیصلہ رکھ دی کہ خود ان راہوں میں سے ایک کو اختیار کریں، اور اسی امتحان میں کامیاب یا ناکام ہونے پر ہمارے انجام کا انحصار رکھا۔ قرآن میں مختلف مقامات پر اسکی تصریح ہے مثلاً بَلِ الْاِنْسَانُ عَلٰی نَفْسِہٖ بَصِیْرَۃٌ اور فَاَلْھَمَھَا فُجُوْرَھَا وَتَقْوٰھَا اور وَھَدَیْنٰہُ النَّجْدَیْنِ۔ اب پیغمبر کا وہ کام جس کو قرآن لفظ تزکیہ (پاک کرنے) سے تعبیر کرتا ہے، یہ ہے کہ وہ ہمارے خیالات کی اصلاح کرتا ہے، ہمارے ادراکات کو صحیح کرتا ہے اور ہمارے سامنے ایک پاک زندگی کا نمونہ پیش کرتا ہے جو اصلاح اخلاق و اعمال کا سب سے زیادہ مؤثر ذریعہ ہے۔

(۳) "العزیز" عربی میں عزت کے معنی ایسی قوت وطاقت کے ہیں جو مغلوبیت میں مانع ہو۔ اسی سے "عزیز" ہے، یعنی ایسی ذات جس پر غیر کی دست رس نہ ہو سکے اور جو غالب وقاہر ہو نہ کہ مغلوب ومقہور۔ ترتیب کے لحاظ سے اللہ تعالیٰ کی اس صفت کے مقابلہ میں رسول کی جو صفت بیان کی گئی ہے وہ یعلمھم الکتاب ہے، یعنی یہ کہ رسول کتاب کی تعلیم دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ جب عزت والا اور غالب ہے اور مخلوق اسکے مقابلہ میں ذلیل اور مغلوب ہے، تو ظاہر ہے کہ مخلوق میں اللہ کا قانون ہی جاری ہونا چاہیے؛ اور محکوموں کو یہ معلوم ہونا چاہیے کہ حاکم اعلیٰ کی اطاعت وہ کس طرح بجالائیں۔ اس غرض کے لیے صرف تلاوتِ آیات، یعنی محض احکام سنا دینا ہی کافی نہیں ہے بلکہ ان احکام کو سمجھانا، ان کا موقع ومحل بتانا، ان کے مقاصد اور انکی روح سے آگاہ کرنا، مشکلات کو رفع کرنا اور شکوک کو صاف کرنا بھی ضروری ہے۔ اسی لیے رسول کی صفات میں سے تیسری صفت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ اللہ کی کتاب کا معلّم ہے۔

(۴) "الحکیم"۔ اللہ تعالیٰ حکمت والا ہے اور اسکی حکمت کا مقتضا یہ ہے کہ انسان کو بھی حکمت، دانائی اور بصیرت سے متصف دیکھے۔ وہ قانون کی محض اندھی پیروی نہیں کرانا چاہتا بلکہ یہ چاہتا ہے کہ اسکی رعایا اسکے قانون میں بصیرت حاصل کرے اور علم وحکمت اور معرفت وبصیرت کے ساتھ قانون کی پیروی کرے۔ اسی لیے پیغمبر کی آخری صفت یہ بیان کی گئی کہ وہ لوگوں کو حکمت کی تعلیم دیتا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ پیغمبر کا کام محض کتاب کو پہنچا دینا نہیں ہے بلکہ کتاب کے مطالب ومقاصد کی تشریح وتوضیح کرنا، اور لوگوں کی زندگی کو سنوارنا اور انہیں حکمت سکھانا بھی ہے۔ یہ کتاب اللہ کا ایسا ضمیمہ ہے جو اس سے کسی حال میں جدا نہیں کیا جا سکتا ہے اور یہی ضمیمہ ہم کو سنت میں ملتا ہے۔ دوسرے مقامات پر قرآن میں ارشاد ہوا ہے:-

وَمَا أَرْسَلْنَا مِن رَّسُولٍ إِلَّا	اور کوئی رسول نہیں بھیجا ہم نے مگروہ جو اپنی قوم کی
بِلِسَانِ قَوْمِهِ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ (سورۂ ابراہیم)	زبان بولتا ہو تاکہ ان کو سمجھائے،
وَأَنزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ	اور اتاری ہم نے تجھ پر یہ یاد داشت کہ تو توضیح کرے لوگوں کے
لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ	سامنے اس ہدایت کی جو اتاری گئی ہے انکے واسطے
يَتَفَكَّرُونَ (سورۂ النحل)	تاکہ غور کریں،

آیات مذکور کی تشریح یہ ہے کہ جس طرح اللہ تبارک و تعالیٰ نے لوگوں کی ہدایت کیلئے قرآن علیم عنایت فرمایا ہے اسی طرح پہلے بھی وہ ہر زمانہ میں ایسا ہی سامان ہدایت بہم پہونچاتا رہا ہے - اور طبعی ترتیب کے موافق ہر پیغمبر کے اولین مخاطب اسی قوم کے لوگ ہوتے ہیں جس میں سے وہ پیغمبر اٹھایا جاتا ہے، اس لیے اسی قوم کی زبان میں وحی بھیجی جاتی ہے تاکہ وہ احکام الٰہیہ کو کتاب سے اور پیغمبر کی تفہیم و توضیح سے اچھی طرح ذہن نشین کرلیں اور دوسرے لوگوں کو سمجھانے کے قابل ہو جائیں - نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اگرچہ تمام دنیا کے لیے نبی بنائے گئے تھے لیکن آپ کے لیے بھی وہی طریقہ پسند کیا گیا جو پہلے انبیاء کے لیے تھا - یعنی یہ کہ پہلے آپ کے اولین مخاطب اور مقدم ترین شاگرد اچھی طرح سے قرآنی تعلیمات و حقائق کو سمجھ لیں اور قرآن کے مطابق زندگی بسر کرنیکا طریقہ سیکھ لیں، پھر ان کے ذریعہ سے یہ علم تمام اقوام عالم اور آنے والی نسلوں تک پہنچے -

پس احکام و اخلاق وغیرہ کے متعلق سنن و آثار نبوی میں جو کچھ ہے وہ تمام تر قرآنی احکام کی تشریح و تفصیل ہی ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے فرائض نبوت کے سلسلہ میں فرمائی اور آپ کی زندگی اور آپ کے طریق عبادت اور آپ کے معاملات کے متعلق جو تفصیلات ہیں وہ بھی منصب نبوت ہی کے فرائض سے تعلق رکھتی ہیں - ان میں سے کسی چیز کو بھی قرآن سے الگ نہیں کیا جاسکتا بلکہ یہ سب چیزیں در اصل قرآن کا عملی مظاہرہ ہیں - نبی صلی اللہ علیہ وسلم کبھی قرآن مجید کے مطالب و مقاصد کو صرف

صرف قول سے، کبھی صرف فعل سے، اور کبھی ایک ساتھ قول و فعل دونوں کے ذریعہ سے بیان فرمایا کرتے تھے۔ مثلاً آپ نے نماز ادا فرمائی اور فرمایا، صلّوا کما رأیتمونی أصلّی "اس طرح نماز پڑھو جس طرح مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھتے ہو"۔ یا مثلاً آپ نے حج ادا کیا اور فرمایا خذوا عنی مناسککم "مجھسے اپنے حج کے ارکان سیکھ لو"۔ اس لحاظ سے آپ قرآن مجید کے شارح ہیں آپ قرآن مجید کی مجمل آیتوں کی تشریح کرتے ہیں، اسکی مطلق آیتوں کو مقید فرماتے ہیں، اور اسکی مشکل آیات کی تفسیر کرتے ہیں۔ اور اس حیثیت سے حدیث میں کوئی چیز ایسی نہیں ہے جسکے مفہوم پر قرآن مجید نے اجمالاً یا تفصیلاً دلالت نہ کی ہو۔ البتہ اس دلالت کے مختلف طریقے ہیں جسکو ہم انشاء اللہ العزیز کسی دوسرے موقع پر مفصل بیان کرینگے۔ یہاں صرف اتنا اشارہ کافی ہے کہ احادیث نبوی قرآن مجید کے ساتھ دو قسم کا تعلق رکھتی ہیں۔ ایک تو وہ جن میں رسول اللہ صلعم نے بعینہ قرآن مجید کی آیات کا اتباع کیا ہے دوسری وہ ہیں جن میں آپنے مجملات قرآنیہ کی تشریح کی ہے، اور یہ واضح کیا ہے کہ خداوند تعالیٰ نے ان کو کیونکر فرض کیا ہے؟ وہ عام ہیں یا خاص؟ اور بندوں کو ان پر کیونکر عمل کرنا چاہیے؟ لیکن ان دونوں صورتوں میں آپنے کلام الہٰی کی پیروی کی ہے[1] پس یہ امر ناقابل انکار ہے کہ شرع اسلامی کے اصول اور احکام معلوم کرنے کا پہلا ذریعہ قرآن ہے اور دوسرا ذریعہ حدیث۔

آنحضرت صلعم کی ساری زندگی قرآن کی تشریح تھی۔ نبی ہونے کے بعد سے ۲۳ سال کی مدت تک آپ ہر وقت تعلیم اور ہدایت میں مشغول رہا کیے۔ صحابی مرد اور صحابیہ عورتیں ہر بات کو غور سے سنتے اور ہر کام پر دھیان رکھتے تھے اور جو کچھ دیکھتے یا سنتے تھے اسے ان لوگوں تک پہنچاتے تھے جن کو دیکھنے یا سننے کا موقع نہ ملا تھا۔ یہی روایات ہیں جن کو آج سنن و آثار اور احادیث و اخبار کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، جن میں عبادت کے طریقے، معاشرت کے اصول، باہمی معاملات اور تعلقات کے

[1] تاریخ فقہ اسلامی خضری

قوانین، حرام اور حلال، جائز اور ناجائز کے حدود، اور اخلاق وغیرہ کی تفصیلات پائی جاتی ہیں)۔ بیشک جس چیز کا نام "دین" ہے وہ تو قرآن میں موجود ہے اور اسکے لیے ہم بڑی حد تک کسی دوسری چیز کے محتاج نہیں ہیں، لیکن جس چیز کا نام "شریعت" ہے، یعنی طریق عبادت کی تفصیلات معاشرت کے اصول، باہمی معاملات کے قوانین اور حرام و حلال کے حدود، سو وہ قرآن میں بہت کم ملتی ہیں اور انکے لیے کوئی ذریعۂ علم حدیث کے سوا نہیں ہے۔ ان کو قرآن میں اسی لیے مجمل رکھا گیا ہے کہ ان کی تفصیل کرنا اس ہادی برحق کا کام تھا جو خدا کی طرف سے قرآن لایا تھا۔ آپ چاہیں تو کہہ دیجئے کہ حدیث میں جو تاریخی واقعات مذکور ہیں ان کی ہم کو ضرورت نہیں۔ آپ یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ حدیث میں عقائد کا جو ذکر ہے اس کے ہم محتاج نہیں۔ لیکن احکام اور اخلاق کے بارے میں حدیث کی رہنمائی سے بے نیاز ہونے کا دعویٰ آپ نہیں کر سکتے۔ کیونکہ عمل کے لیے جن تفصیلات کی ضرورت ہے وہ آپ کو قرآن میں نہیں مل سکتیں، اور جو مجمل ہدایات قرآن میں ملتی ہیں انکی تفصیل و تشریح اگر ہر شخص کی مرضی پر چھوڑ دی جائے تو اسلامی زندگی کا سارا شیرازہ بکھر کر رہ جائے۔ جن لوگوں نے حدیث سے بے نیاز ہو کر صرف قرآن سے احکام نکالنے کا ارادہ کیا وہ آج تک اس امر پر بھی متفق نہ ہو سکے کہ نماز کے اوقات کیا ہیں اور کتنے وقت کی نماز فرض ہے۔ جب اسلام کے پہلے اور اہم ترین رکن کے بارے میں انکی حیرانی و سرگردانی کا یہ عالم ہے تو دوسرے امور کا جو کچھ حال ہو سکتا ہے، اور ہوا ہے اس کا اندازہ آسانی کے ساتھ کیا جا سکتا ہے۔

حدیث کے بارے میں صحابہ کا طرزِ عمل

اس سلسلہ میں ایک سوال یہ بھی ہے کہ کیا صحابۂ کرام حدیث کو حجت شرعی سمجھتے تھے اور اس سے شرعی مسائل میں استدلال کرتے تھے؟ اس سوال کے متعلق اتنا مواد کتب معتبرہ کے اندر موجود ہے کہ شاید ہی کسی اور علمی و مذہبی مسئلہ کے متعلق ہو، "گر نویسم شرح آں بیحد شود"۔ علامہ عبداللہ محمد بن فرج المالکی قرطبیؒ نے ایک کتاب "اقضیۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم"

کے نام سے تصنیف کی ہے جو خاص طور پر قابلِ مطالعہ ہے - میرے علم میں یہ کتاب اپنے انداز کی واحد کتاب ہے - علامہ موصوف نے کتاب کو ۴۰ ابواب کے تحت اس خوبی سے مرتب کیا ہے کہ آنحضرت صلعم کے فیصلہ جات قریب قریب تمام اکٹھے ہوگئے ہیں - اسی طرح علامہ ابن قیمؒ نے "اعلام الموقعین عن رب العالمین" میں ایک فصل بعنوان فتاویٰ امام المفتین ورسول رب العالمین قائم کرکے داد تحقیق دی ہے - شاہ ولی اللہ صاحب کی کتاب ازالۃ الخفاء وحجۃ اللہ البالغہ میں تو سوال مذکور کا جواب پوری تحقیق وتفصیل سے موجود ہے - کتاب ازالہ میں حضرت شاہ صاحبؒ نے "توسط فاروق اعظم در تبلیغ حدیث" کے عنوان سے بڑی نادر بحث فرمائی ہے جس سے صاف طور پر ثابت ہوتا ہے کہ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم احادیث نبوی کی مذہبی وشرعی حیثیت کے قائل تھے - حافظ حدیث علامہ ابن جوزیؒ جو روایات کی تنقید میں نہایت متشدد مشہور ہیں، ان کی ایک کتاب "تلقیح فہوم اہل الاثر فی عیون التاریخ والسیر" ہے جسکے حوالے ہم نقل کر آئے ہیں - اس کتاب میں انھوں نے "باب عدد الاحادیث المرویۃ عن رسول اللہ صلعم" منعقد فرما کر صحابہ کرام میں سے ایک ایک شخص کے متعلق تفصیل کے ساتھ بتایا ہے کہ کس کس سے کتنی کتنی احادیث مروی ہیں - ابواب کی تقسیم اس طرز پر کی ہے کہ جن سے ہزاروں حدیثیں مروی ہیں وہ "اصحاب الالوف" کے عنوان سے ایک باب میں جمع کیے گئے ہیں - پھر "اصحاب الالف" (ہزار حدیثوں والے) پھر "اصحاب المئین" (دو سو حدیثوں والے) پھر "اصحاب الماۃ" (سو حدیثوں والے) پھر "اصحاب العشرات وغیرہ جن لوگوں نے حضرات ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کو روایت حدیث کا مخالف مشہور کیا ہے، جب وہ اس مرقع میں ان حضرات کو اصحاب المئین وغیرہ میں دیکھیں گے تو کیا تاویل کرینگے؟ یہی نا کہ یہ تاریخی چیز ہے لہذا غلط ہے یا اور کوئی بات؟ سچ ہے ع خرد کا نام جنوں پڑ گیا جنوں کا خرد"۔

سوچو یہ ابن جوزیؒ کی تصریح ہے ابن حجرؒ جیسے روایت پرست کی نہیں ہے - کیا تاریخ کے

تمام مستند بیانات کو تم یونہی جھٹلاتے چلے جاؤ گے؟ اگر ساری تاریخ غلط ہے تو پھر تمہارے اس بیان کی کونسی سند ہے کہ حضرات ابوبکر و عمر روایت حدیث کے مخالف تھے؟

امام المحدثین وقدوۃ المجتہدین حضرت امام بخاریؒ کی کتاب دیکھیے تو آپ کی آنکھیں کھل جائیں کہ خداداد فہم و بصیرۃ سے امام موصوف نے کام لیکر سنن و آثار نبوی کی شرعی و مذہبی حیثیت کو نمایاں کیا ہے چنانچہ یہ مسئلہ کہ خبر واحد سے استدلال صحیح ہے یا نہیں، امام رحمۃ اللہ علیہ نے اسکے لیے باب بایں تعمیم منعقد فرمایا کہ "باب ما جاء فی اجازۃ خبر الواحد الصدوق فی الاذان والصلوٰۃ والصوم والفرائض والاحکام" یعنی "اب اس امر کے ثبوت میں کہ اذان اور نماز اور روزہ اور فرائض احکام کے معاملہ میں ایک سچے آدمی کی خبر قبول کی جاسکتی ہے" پھر اس عنوان کے تحت قرآن سے استدلال کرنے کے بعد انہوں نے کثرت سے ایسی احادیث نبوی پیش کی ہیں جو فرداً فرداً تو خبر واحد ہیں لیکن معنی کے اعتبار سے متواتر کے حکم میں آجاتی ہیں- اس کے بعد انہوں نے اور کئی ابواب منعقد کیے ہیں جو اس کی تائید کرتے ہیں، مثلاً "باب بعث النبی صلعم الزبیر طلیعۃ وحدہ" (نبی صلعم کا حضرت زبیر کو تنہا دشمن کی خبر لانے کے لیے بھیجنا)- پھر تیسرا باب "لا تدخلوا بیوت النبی الا ان یوذن لکم فاذا اذن لہ واحد جاز" (نبی کے گھر میں بلا اجازت داخل نہ ہونا لیکن اجازت کے لیے ایک آدمی کا بیان کافی ہونا)- پھر چوتھا باب یہ ہے "باب ما کان یبعث النبی صلعم من الامراء والرسل واحدا بعد واحد" (نبی صلعم اپنی طرف سے امیر اور قاصد ایک ایک کرکے بھیجتے تھے)- آخر میں ایک باب ہے "خبر المراۃ الواحدۃ" یعنی "ایک عورت کی خبر"- اس باب کے تحت میں انہوں نے یہ ثابت کیا ہے کہ احکام کے متعلق ایک عورت کی اطلاع بھی معتبر ہے- ان کے علاوہ اور بھی چند ابواب میں اسی کی طرف اشارہ کیا ہے، مثلاً باب "ہل یجوز للحاکم ان یبعث رجلا واحدا وہل یجوز ترجمان واحد" (کیا حاکم کے لیے ایک شخص کو تنہا کسی خدمت پر بھیجنا جائز ہے اور کیا ایک ترجمان لائق اعتبار ہے)- ان تمام ابواب پر غور کرو تو مسئلہ زیر بحث

اس طرح صاف ہو جاتا ہے کہ خبر واحد کے قابل قبول ہونے میں کوئی شک باقی نہیں رہ جاتا۔ اسی لیے علماء اصول کو قاطبتہً لکھنا پڑا، "ومن الاجماع باجماع الصحابۃ والتابعین علی الاستدلال بخبر الواحد وشاع ذلک وذاع ولم ینکرہ احد ولو انکرہ منکر لنقل الینا وذلک یوجب العلم العادی باتفاقھم کالقول الصریح قال ابن دقیق العید رح ومن تتبع اخبار النبی صلعم والصحابۃ والتابعین جمھور الامۃ ماعدا ھذہ الفرقۃ الیسیرۃ علم ذلک قطعاً" یعنی صحابہ اور تابعین نے بالاتفاق خبر واحد کو قابلِ استدلال ٹھیرایا ہے اور یہ بات ان میں عام طور پر شائع و ذائع تھی اور کسی ایک نے بھی اس سے اختلاف نہیں کیا۔ اگر کوئی اختلاف کرتا تو ہم تک اس کی اطلاع ضرور پہنچتی۔

یہ بات مسلمات میں سے ہے کہ خلیفہ وقت کو جس قدر دینی و مذہبی معلومات درکار ہیں وہ اور کسی کو نہیں، اسلیے کہ خلیفہ کے فرائض میں عبادات کی تعلیم، احکام کا اجراء، مقدمات کا تصفیہ، فتویٰ کا انتظام، مال گذاری اور لگان کی تشخیص، ٹیکسوں کی تعیین، وغیرہ سب امور داخل ہیں، اور ان معاملات میں اس کو ہر ہر قدم پر یہ معلوم کرنے کی ضرورت ہوتی ہے کہ اسلام کا قانون کیا ہے اگر خلفاء راشدین ان تمام امور میں اپنے آپ کو یا کسی مجلس قانون ساز کو اس کا اہل سمجھتے کہ سارے قوانین خود وضع کر لیں تو معلوم ہو جاتا کہ اسلام کا طریقہ یہی ہے۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ انہوں نے ایسا نہیں کیا، بلکہ جو معاملہ بھی پیش آیا اس میں پہلے کتاب اللہ کی طرف رجوع کیا، اور جب وہاں کوئی واضح حکم نہ ملا تو یہ دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قسم کے معاملہ میں کیا فیصلہ فرمایا ہے۔ حضرت ابوبکرؓ کے عہد میں جب کوئی شرعی مسئلہ درپیش ہوتا تو صحابہ کو جمع کر کے ان کے سامنے وہ مسئلہ پیش کیا جاتا اور ایک ایک سے پوچھا جاتا کہ کسی کو اس بارے میں کوئی قول و فعل یا تقریر

دربار رسالت کی معلوم ہے؟ امام عبداللہ بن عبدالرحمن الدارمیؒ نے اس کی کیفیت مفصل بیان کی ہے جسے ہم یہاں نقل کرتے ہیں تاکہ احادیث نبوی کی نوعیتِ شرعی اور صحابہ کی کمال درجہ احتیاط کا اندازہ ہو جائے:۔

"میمون بن مہران کہتے ہیں کہ ابوبکر صدیقؓ کے زمانہ خلافت میں جب کوئی مقدمہ پیش ہوتا تو ابوبکرؓ پہلے قرآن میں تلاش کرتے۔ وہاں اس کا حکم مل جاتا تو فیصلہ دیدیتے۔ اگر قرآن سے فیصلہ نہ ملتا تو اپنی معلومات احادیث میں غور کرتے۔ اگر رسول اللہ صلعم کا فیصلہ مل جاتا تو اس پر حکم نافذ کر دیتے۔ اگر اس میں بھی قاصر رہتے تو عام طور پر صحابہ میں منادی کراتے کہ ہمارے پاس اس قسم کا مقدمہ اور مسئلہ پیش ہے کیا آپ صاحبوں کو اس کے متعلق آنحضرت صلعم کا کوئی فیصلہ معلوم ہے؟ بعض وقت ایسا بھی ہوا کہ لوگ خود حاضر ہو جاتے اور آپ سے علم نبوی بیان کرتے اور اس کو سن کر حضرت صدیق اکبرؓ خدا کا شکر کرتے کہ ہم میں رسول اللہ صلعم کی باتوں کے یاد رکھنے والے موجود ہیں۔ اور اگر اس پر بھی غیر ممکن ہوتا تو صحابہ سے مشورہ لیکر اتفاق آراء سے فیصلہ کر دیتے[1]"

جب آنحضرت صلعم کا وصال ہوا تو صحابہ میں اختلاف ہوا کہ آپ کس مقام پر مدفون ہوں؟ حضرت ابوبکرؓ نے حدیث روایت کی کہ میں نے رسول اللہ صلعم کو فرماتے سنا ہے کہ نبی جہاں انتقال کر جائے وہیں دفن کیا جائے۔ آخر اسی پر فیصلہ ہو گیا۔

جب آنحضرت صلعم کے ترکہ کا سوال اٹھا تو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے محضر صحابہ میں قسم دیکر پوچھا کہ کیا آنحضرت صلعم نے یہ نہیں فرمایا ہے کہ۔ نحن معشر الانبیاء لانورث ما ترکنا فھو صدقۃ یعنی "ہم انبیاء کی وراثت تقسیم نہیں ہوتا۔ جو کچھ ہم چھوڑیں وہ عام امت کے لیے صدقہ ہے"؟ سب نے اس کی تصدیق کی اور اسی پر فیصلہ ہوا۔ سب نے بالاتفاق کہا ہاں۔ سقیفہ بنی ساعدہ کا واقعہ بھی مشہور ہے

[1] دارمی شریف۔

اس میں بھی جب حدیث نبوی بیان کی گئی تو سارا معاملہ ختم ہو گیا۔

حضرت عمر فاروقؓ کی عظیم الشان حکومت و خلافت سے کون ناواقف ہے جس میں فتوحات کی کثرت وغیرہ نے سیکڑوں نت نئے مسئلے پیدا کر دیے تھے۔ آپ بھی حضرت ابُوبکر کی طرح مجمع عام میں پکار کر کہتے کہ اس مسئلہ کے بارے میں کوئی حدیث رسول اللہ صلعم کسی کو معلوم ہے؟ چنانچہ تکبیر جنازہ، غسل جنابت، جزیہ مجوس، طاعون، خبر حمل بن مالک فی ایجاب الغرۃ فی الجنین، اور خبر الضحاک بن سفیان فی التوریث المرأۃ من دیۃ زوجھا، اور خبر عمرو بن حزم فی دیۃ الاصابع، اور خبر سعد بن ابی وقاص فی المسح علی الخفین وغیرہ کے متعلق آپ کے فیصلے کتب حدیث کے اندر اسناد صحیح کے ساتھ موجود ہیں۔ جب حضرت ابُوبکرؓ نے مانعین زکوٰۃ سے جہاد کرنا چاہا تو حضرت عمرؓ نے حدیث ذیل کو پڑھ کر اعتراض کر دیا "کیف تقاتل الناس وقد قال رسول اللہ صلعم امرت ان اقاتل الناس حتی یقولوا لا الٰہ الا اللہ" ان واقعات سے یہ بات بلا تردد و تذبذب ثابت ہے کہ صحابہ میں احادیث نبوی کو حجت شرعی ماننے پر اجماع رہا ہے اور اس کے موسس حضرات شیخینؓ تھے۔ پھر دیگر خلفاء و صحابہ نے اسے وہی نوعیت دی جبکی حدیث نبوی شایاں تھی۔ حضرت عثمان غنیؓ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ عام صحابہ کو مخاطب کر کے حدیث رسول اللہ صلعم روایت کرتے تھے۔ ان واقعات پر توجہ کرو اور حضرت ابُوبکر کا یہ فقرہ ہمیشہ سامنے رکھو کہ جب آپ کو حدیث سے کوئی حکم سنایا جاتا تو آپ فرماتے کہ "الحمد للہ الذی جعل فینا من یحفظ علینا دیننا۔" "ہر طرح کی حمد اس اللہ کے لیے ہے جس نے دین کی حفاظت کرنیوالے ہمارے اندر پیدا کر دیے ہیں" بتاؤ حدیث کو دین کہنا کس کی زبان سے ارشاد ہوا ہے؟[1]

بخاری میں یہ واقعہ موجود ہے کہ ابن شہاب فرماتے ہیں کہ مجھے سالم نے خبر دی کہ عبداللہ بن عمرؓ نے کہا کہ میں رسول اللہ صلعم کے عہد میں یہ جانتا تھا کہ زمین کرایہ پر دی جاسکتی ہے۔ پھر رافع

[1] دارمی تعریف

بن خدیج) کی روایت کی بنا پر ڈرا کہ مبادا رسول اللہ نے کچھ اس باب میں فرمایا ہو اور مجھے علم نہ ہو۔ اس خیال کے آتے ہی عبداللہ بن عمرؓ نے زمین کرایہ پر دینا چھوڑ دی۔ دیکھیے حضرت عبداللہ بن عمرؓ خاص صحابی ہیں جو آنحضرتؐ کے عہد میں، حضرت ابوبکرؓ کے عہد میں، حضرت عمرؓ کے عہد میں، حضرت عثمان کے عہد میں حتیٰ کہ حضرت امیر معاویہ کے عہد امارت میں بھی کچھ عرصہ تک ایک کام کرتے ہیں۔ لیکن جب رافع بن خدیجؓ کی حدیث ان کو پہنچی ہے تو تحقیق ہو جانے پر اس کام کو چھوڑ دیتے ہیں۔ اگر احادیث صرف تاریخی درجہ رکھتی تھیں تو عبداللہ بن عمرؓ نے کیوں ایک پر منفعت کام کو چھوڑ دیا؟ یہ حدیث کی دینی و مذہبی حیثیت تھی جس نے انہیں مجبور کر دیا تھا۔

حضرت معاذ بن جبل کا واقعہ کتب حدیث میں خاص اہمیت رکھتا ہے۔ حضورؐ نے ان کو ایک خدمت پر بھیجتے ہوئے دریافت فرمایا کہ تم کس طرح کام کرو گے؟ انہوں نے جواب دیا کہ پہلے قرآن میں نظر کرونگا۔ پھر آپ کے قول و عمل کو دیکھونگا، پھر اجتہاد کرونگا۔ آنحضرت صلعم نے یہ جواب سن کر اس پر اظہار مسرت کیا۔ اس کے معنی یہ ہوئے کہ حدیث کے حجت شرعی ہونے کی تصدیق خود اللہ کے رسول نے کر دی۔ (باقی)

حقیقت نفاق

منافقین کی صفات اور ان کی اقسام

(۵)

از جناب مولوی صدرالدین صاحب اصلاحی

گذشتہ نمبر میں علامات نفاق کے عنوان سے نفاق کی اکتالیس علامتیں قرآنی تصریحات کے ساتھ بیان کی جاچکی ہیں۔ باقی علامتیں حسب ذیل ہیں:

(۴۲) ہلکے اور بے ضرر احکام شرعیہ پر تو بڑی تندہی سے عمل کرنا لیکن سخت اور ایثار طلب احکام سے روگردانی کرنا۔ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ قِيْلَ لَهُمْ كُفُّوْٓا اَيْدِيَكُمْ ..... الخ (النساء - ۱۱)

(۴۳) جہاد کا نام سن کر کانپ اٹھنا اور میدان جہاد کی طرف رخ کرتے ہوئے شدت خوف سے بدحواس ہوجانا۔ رَاَيْتَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ يَّنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ نَظَرَ الْمَغْشِيِّ عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ۔ (محمد - ۳)

(۴۴) فریضہ جہاد کی ادائگی کے وقت جبکہ عام امت اس فرض کو پورا کرنے کے لیے غنیم کے مقابل جارہی ہو، ہر طرح کی استطاعت رکھنے کے باوجود امام وقت کے سامنے طرح طرح کے بہانے پیش کرنا اور پیچھے رہ جانے کی اجازت چاہنا۔ وَاِذَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ اَنْ اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَجَاهِدُوْا مَعَ رَسُوْلِهِ اسْتَاْذَنَكَ اُولُوا الطَّوْلِ مِنْهُمْ (توبہ - ۱۱)

(۴۵) جنگ کی ضرورت سورج کی طرح عیاں ہو لیکن مختلف تاویلوں سے، تاکہ اس آزمائش

سے نجات مل جائے، اس ضرورت کا انکار کرنا۔ قَالُوْا لَوْ نَعْلَمُ قِتَالًا لَّاتَّبَعْنٰكُمْ (آل عمران ۱۷)

(۴۶) جہاد کی ضرورت سے انکار تو نہ ہو لیکن اس کی تکلیفوں اور صعوبتوں کا تصور کر کے اُسے جنگی مصالح کے خلاف بتانا۔ خود بھی گھر بیٹھ رہنا اور دوسروں کو بھی تن آسانی اور آرام پسندی کی ترغیب دینا۔ وَقَالُوْا لَا تَنْفِرُوْا فِي الْحَرِّ۔ (توبہ- ۱۱)

(۴۷) میدان جہاد میں، مصالح ملی اور اسلامی عزت وناموس کے بجائے اپنی جانوں ہی کی فکر میں رہنا۔ ۔ ۔ ۔ وَطَآئِفَةٌ قَدْ اَهَمَّتْهُمْ اَنْفُسُهُمْ.... يَقُوْلُوْنَ لَوْ كَانَ لَنَا مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ مَّا قُتِلْنَا هٰهُنَا (آل عمران- ۱۶)

(۴۸) مسلمان ہونے کا مطلب یہ سمجھنا کہ اب کسی مصیبت سے دوچار ہونا نہ پڑے گا کیونکہ جب ہمیں رب السمٰوات والارض کے تنہا نام لیوا ہیں تو وہ ہم کو اپنے منکروں اور دشمنوں کے مقابلہ میں مبتلائے مصیبت کیوں کریگا۔ پھر جب کوئی ایسا موقع آپڑے کہ بظاہر مسلمانوں کو مادی ہزیمت پہنچ رہی ہو تو خدا، اس کے رسول اور اس کے بھیجے ہوئے دین اسلام کی صداقت میں طرح طرح کے شک کرنا۔ وَاِذْ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ مَّا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اِلَّا غُرُوْرًا (احزاب- ۲)۔ يَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ ظَنَّ الْجَاهِلِيَّةِ (آل عمران- ۱۶)

(۴۹) میدان جہاد سے، امام اور لشکر اسلام کو چھوڑ کر بھاگ کھڑا ہونا، خواہ اپنی جان بچانے کی نیت سے، خواہ مسلمانوں کے حوصلے کو پست کرنے کی چال سے۔ وَاِذْ قَالَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْهُمْ يٰٓاَهْلَ يَثْرِبَ لَا مُقَامَ لَكُمْ فَارْجِعُوْا..... اِنْ يُّرِيْدُوْنَ اِلَّا فِرَارًا (احزاب- ۲)

(۵۰) شرکت جہاد کی سعادت سے محروم رہنے پر حزین وملول ہونے کے بجائے مسرور ہونا

فَرِحَ الْمُخَلَّفُوْنَ بِمَقْعَدِهِمْ خِلَافَ رَسُوْلِ اللّٰهِ (توبہ - ۱۰)

(۵۲) خود رکنے کے علاوہ دوسروں کو بھی میدان جنگ میں جانے سے روکنا - قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الْمُعَوِّقِيْنَ مِنْكُمْ وَالْقَائِلِيْنَ لِاِخْوَانِهِمْ هَلُمَّ اِلَيْنَا (احزاب - ۲)

(۵۳) راہِ حق میں جان دے دینے کی سعادت اور ارجمندی سے بے خبر ہونا اسے مفت کا ضیاع جان سمجھنا اور جس طرح کسی بدانجامی پر افسوس کیا جاتا ہے اس طرح شہداء کی قابلِ رشک موت پر اظہار افسوس کرنا - اَلَّذِيْنَ قَالُوْا لِاِخْوَانِهِمْ وَقَعَدُوْا لَوْ اَطَاعُوْنَا مَا قُتِلُوْا - (آلِ عمران - ۱۷)

(۵۴) ایمان کی قوت اور صبر و توکل علی اللہ کی ماہیت کا اندازہ دان نہ ہونا - کفر و ایمان دونوں کو اثر، نفوذ اور ثبات کے لحاظ سے ایک جیسا سمجھنا - اس علم سے محروم اور اس یقین سے خالی ہونا کہ فتح و شکست کا مدار مادی اسباب پر نہیں بلکہ ایمان باللہ کی بخشی ہوئی قلبی استقامت پر ہے اور اپنے نصب العین کی خاطر عالم اسباب سے بالاتر ہو جانے میں ہے - اس حقیقت سے ناآشنا ہونا کہ حق پرست کی حمایت سے اگر دنیا جہاں کے انسان منہ موڑ لیں تب بھی اسکے لیے غم و اضطراب کا کوئی موقع نہیں کہ دشمن چو قوی است نگہباں قوی تر است - نفاق اسی ذوق یقین سے محرومی کا نام ہے - اِذْ يَقُوْلُ الْمُنَافِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ غَرَّ هٰٓؤُلَآءِ دِيْنُهُمْ - (انفال - ۷)

(۵۵) صرف اُس وقت جنگ کے لیے نکلنا جب یہ توقع ہو کہ نہ کوئی خطرناک لڑائی ہوگی اور نہ راستہ میں زیادہ مشکلات اور مصائب پیش آئیں گی بلکہ نہایت آسانی سے مال غنیمت لوٹ کر واپسی ہو جائیگی - لَوْ كَانَ عَرَضًا قَرِيْبًا وَّسَفَرًا قَاصِدًا لَّاتَّبَعُوْكَ وَلٰكِنْ بَعُدَتْ عَلَيْهِمُ الشُّقَّةُ - (توبہ - ۶)

(۵۶) خطرے کے وقت تو مسلمانوں کا ساتھ نہ دینا مگر جب بر اوقت گذر جائے اور مسلمان میدان جنگ سے واپس آئیں تو نہایت مومنانہ صورت اور مخلصانہ لب و لہجہ کے ساتھ ان کا استقبال کرنا، اپنے عدم شرکت کی جھوٹی مجبوریاں بیان کر کے معذرت خواہ ہونا اور محض زبانی ــــ اور وہ بھی نمائشی ــــ اظہار ہمدردی اور لمبی چوڑی قسموں سے لوگوں کو خوش رکھنے کی سعی کرنا۔ وَسَيَحْلِفُونَ بِاللّٰهِ لَوِ اسْتَطَعْنَا لَخَرَجْنَا مَعَكُمْ ... وَاللّٰهُ يَعْلَمُ إِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ (توبہ - ۶)

(۵۷) اگر کسی مجبوری کی وجہ سے جنگ میں شریک ہونے کی نوبت بھی آجائے تو جماعت میں فتنہ انگیزیاں کرتے رہنا اور اس طرح اسے تقویت دینے کے بجائے اور کمزور کرنا۔ لَوْ خَرَجُوا فِيكُمْ مَا زَادُوكُمْ إِلَّا خَبَالًا وَلَأَوْضَعُوا خِلَالَكُمْ يَبْغُونَكُمُ الْفِتْنَةَ (توبہ - ۷)

(۵۸) نظام تمدن کو اپنی اغراض کی خاطر برباد کرنا خصوصاً ایسے وقت کو غنیمت سمجھنا جبکہ اہل ایمان دشمنان دین کے مقابلہ میں مشغول ہوں۔ فَهَلْ عَسَيْتُمْ إِنْ تَوَلَّيْتُمْ أَنْ تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ وَتُقَطِّعُوا أَرْحَامَكُمْ ۔ (محمد - ۳)

(۵۹) جہاد میں شریک ہونا بھی تو محض دنیوی فائدے اور حصول غنائم کے لالچ سے نہ کہ حق کو بلند کرنے اور باطل کو سرنگوں کرنے کی خاطر۔ وَلَئِنْ أَصَابَكُمْ فَضْلٌ مِنَ اللّٰهِ لَيَقُولَنَّ كَأَنْ لَمْ تَكُنْ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُ مَوَدَّةٌ يَا لَيْتَنِي كُنْتُ مَعَهُمْ فَأَفُوزَ فَوْزًا عَظِيمًا ۔ (نساء - ۱۰)

(۶۰) قربانیاں دینے کے وقت تو چھپ کر بیٹھ رہنا لیکن مال غنیمت، یا جو شے بھی عام مسلمانوں کی قربانیوں کے نتیجہ میں حاصل ہوا اس میں حصہ بٹانے کے لیے اسلام کی فلاح و بہبود کا دم بھرتے اور ایمان کے نعرے لگاتے ہوئے آموجود ہونا۔ فَإِذَا ذَهَبَ الْخَوْفُ سَلَقُوكُمْ بِأَلْسِنَةٍ حِدَادٍ أَشِحَّةً عَلَى الْخَيْرِ ۔ (احزاب - ۲)

(۶۱) تقسیم غنائم کے وقت زیادہ سے زیادہ مال حاصل کرنے کی سعی کرنا اور اگر حسب خواہش حصہ نہ لگے تو بگڑ بیٹھنا اور اپنی کارگذاریوں کو دیکھنے کے بجائے امام جماعت پر بہتان لگانا۔
وَمِنْهُم مَّن يَلْمِزُكَ فِي الصَّدَقَاتِ فَإِنْ أُعْطُوا مِنْهَا رَضُوا وَإِن لَّمْ يُعْطَوْا مِنْهَا إِذَا هُمْ يَسْخَطُونَ ۔ (توبہ - ۷)

(۶۲) ایسی پالیسی اختیار کرنا کہ جنگ کے اختتام پر بہر صورت اپنا دامن آز بھرے۔ اگر مسلمان غالب ہوں تو ان سے بھی مال غنیمت میں حصہ مل کر رہے اور اگر دشمن غالب رہیں تو ان سے بھی صلہ ہاتھ آئے۔ فَإِن كَانَ لَكُمْ فَتْحٌ مِّنَ اللَّهِ قَالُوا أَلَمْ نَكُن مَّعَكُمْ وَإِن كَانَ لِلْكَافِرِينَ نَصِيبٌ قَالُوا أَلَمْ نَسْتَحْوِذْ عَلَيْكُمْ وَنَمْنَعْكُم مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ ۔
(نساء - ۲۰)

(۶۳) اسلام کی محبت کو اہل وعیال اور وطن کی محبت پر قربان کردینا اور بوقت ضرورت دین کی خاطر ترک وطن یعنی ہجرت نہ کرنا اور غیر اسلامی طرز کی زندگی بسر کرنے پر قانع رہنا۔
تَوَفَّاهُمُ الْمَلَائِكَةُ ...... قَالُوا كُنَّا مُسْتَضْعَفِينَ فِي الْأَرْضِ قَالُوا أَلَمْ تَكُنْ أَرْضُ اللَّهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوا فِيهَا ۔ (النساء - ۱۴) نیز وَلَيَعْلَمَنَّ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَلَيَعْلَمَنَّ الْمُنَافِقِينَ (عنکبوت - ۱)

(جیسا کہ پہلے بالتشریح بتایا جاچکا ہے، یہ آیت تمہید ہجرت کے سلسلے میں نازل ہوئی ہے اور یہاں منافق انھیں لوگوں کو کہا گیا ہے جو ہجرت کا حکم آنے کے بعد مکہ سے نہ نکلنے والے تھے اور آخر کار نہ نکلے)

(۶۴) کفر کی حکومت میں بغیر کسی واقعی مجبوری کے زندگی بسر کرنا اور اس کے ساتھ تعاون کرنا یہاں تک کہ اس کی حمایت میں مسلمانوں کے مقابل ہو کر لڑنا۔ إِنَّ الَّذِينَ تَوَفَّاهُمُ الْمَلَائِكَةُ الخ
(النساء - ۱۴)
(اس آیت کے متعلق بھی بیان کیا جاچکا ہے کہ یہ ان ضعیف الایمان لوگوں کے بارے

میں نازل ہوئی تھی جو اسلام لانے کے باوجود کفار قریش کے زیر سیادت مکہ میں زندگی گذار رہے تھے کیونکہ وطنی کشش ہجرت کرنے سے مانع تھی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ بدر کے دن یہ لوگ بھی طوعاً یا کرہاً مسلمانوں سے لڑنے آئے اور مارے گئے)

(۶۵) ایسے مواقع سے دور رہنا جہاں حق و صداقت کا اعلان ہو رہا ہو۔ اور اگر وہاں پہلے سے موجود ہوں تو چپکے سے نظر بچا کر کھسک جانا۔ وَإِذَا مَا أُنزِلَتْ سُورَةٌ .... نَظَرَ بَعْضُهُمْ إِلَىٰ بَعْضٍ هَلْ يَرَاكُم مِّنْ أَحَدٍ ثُمَّ انصَرَفُوا۔ (توبہ-۱۶)

(۶۶) دل کا ایسا سخت اور سیاہ اور بے حس ہو جانا کہ قرآنی نصیحتوں کا کوئی اثر نہ ہو بلکہ انہیں قابل نفرت سمجھ کر ان سے اعراض کرنا۔ فَمَا لَهُمْ عَنِ التَّذْكِرَةِ مُعْرِضِينَ كَأَنَّهُمْ حُمُرٌ مُّسْتَنفِرَةٌ۔ (مدثر-۲)

(۶۷) جماعتی حیثیت سے باہم منتشر رہنا، دلوں کا ایک دوسرے سے پھٹا ہوا ہونا، اور بظاہر متحد معلوم ہونے کے باوجود باہم دگر کھنچے ہوئے رہنا۔ بَأْسُهُم بَيْنَهُمْ شَدِيدٌ تَحْسَبُهُمْ جَمِيعًا وَقُلُوبُهُمْ شَتَّىٰ۔ (حشر-۲)

یہ سرسٹھ نشانیاں ہیں جنھیں قرآن حکیم نے منافقین کے احوال بیان کرتے وقت ان کی امتیازی خصوصیات کی حیثیت سے پیش فرمایا ہے۔ یہ علامتیں تمام اقسام منافقین کے اعمال اور کیفیات نفسی پر حاوی ہیں۔ یہ ضروری نہیں کہ ہر منافق میں یہ علامتیں ساری کی ساری موجود ہوں، بلکہ کسی منافق کے اندر ان میں سے دو چار ہونگی تو دوسرے میں دس بیس ہو سکتی ہیں۔ اگر ایک منافق میں بعض علامتیں موجود ہونگی تو دوسرے میں وہ نہ ہونگی بلکہ ان کے علاوہ بعض دوسری ہونگی۔ ان علامتوں کا وجود تو ہر صاحب نفاق کی ذاتی اغراض اور اس کے انفرادی رجحانات نفسانی پر منحصر ہے۔ البتہ عام اقسام منافقین کے حالات کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا

ہے کہ دو علامتیں یا خصوصیتیں عموماً ہر منافق کے اندر پائی جاتی ہیں - ایک تو اسلام کی راہ میں مجاہدہ وسعی اور قربانی سے جی چرانے کی خصوصیت - دوسرے اپنی کمزوریوں اور غیر اسلامی حرکتوں کی پردہ پوشی کرنے اور اپنے کو زبردستی پکا مومن ثابت کرنے کی عادت -

ایک ضروری احتیاط لیکن ان علامتوں کو سامنے رکھ کر بلا تامل ہر اس شخص کو منافق کا خطاب نہ دیدیجیے جس کے اندر ان علامتوں میں سے کوئی ایک علامت کسی وقت بھی نظر آجائے منافقین کی جتنی صفات اوپر بیان ہوئی ہیں ان سب کا سرچشمہ انسان کی کمزوریِ نفس اور مادیات کی غیر معتدل محبت ہے - اور یہی کمزوریِ نفس اور غیر معتدل حبِ دنیا، گناہ کا بھی سرچشمہ ہے - اس لیے ایک سچے مسلمان سے بھی ان اعمال کا صدور ہر وقت ممکن ہے، کیونکہ انبیاء کو چھوڑ کر کوئی انسان بھی، خواہ وہ کیسا ہی راسخ الایمان کیوں نہ ہو، معصوم نہیں - نفس ہر شخص کے اندر ہے، اس لیے ایک مسلمان جہاں اچھے اعمال کرتا رہتا ہے وہاں گناہوں کا ارتکاب بھی اس سے ہوسکتا ہے اور ہوتا رہتا ہے - بہت ممکن ہے کہ کسی وقت ایک مسلمان بھی وہی حرکت کر بیٹھے جو منافق کی خصوصیات میں سے ہے - لہٰذا اس جگہ منافق اور گناہگار مسلمان دونوں کی پوزیشن اور دونوں کا فرق اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے -

نفاق کی اس ساری بحث کو پڑھنے کے بعد آپ پر اب یہ امر تو مخفی نہ رہ گیا ہوگا کہ جب ایک منافق اسلامی تعلیمات یا ملی مصالح کے خلاف کوئی حرکت کامیابی کے ساتھ کر گذرتا ہے تو اس کے دل کو کیسی فرحت اور اس کے نفس کو کیسا سرور حاصل ہوتا ہے اور بجائے اس کے کہ اس کا ضمیر اپنی اس شنیع حرکت پر کسی قسم کی گرانی اور ناگواری کا احساس کرے الٹا اپنی کامیاب "سیاست" پر فخر کرتا ہے - لیکن ایک مسلمان ایسی کوئی حرکت کب اور کیوں کرتا ہے اور پھر اس کے سرزد ہو جانے کے بعد اس کے ضمیر کا حال کیا ہوتا ہے؟ قرآن حکیم اس کا یہ جواب دیتا ہے کہ:

وَالَّذِیْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً	اور (جنت ان متقیوں کے لیے ہے) جو اگر کبھی
اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ	کوئی برا کام کرتے بھی ہیں یا اپنے نفس پر (گناہ کر کے)
فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ وَمَنْ	ظلم کرتے بھی ہیں تو فوراً اللہ کا خیال انھیں آجاتا ہے
يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ وَلَمْ	پھر وہ اپنے گناہوں کی معافی مانگتے ہیں ـــ اور اللہ
يُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا وَهُمْ	کے سوا کون ہے جو گناہوں کو معاف کرنے والا ہو
يَعْلَمُوْنَ ۔	وہ اپنے (فعل کی نوعیت کو) جانتے ہوئے اُس پر جمے نہیں رہتے ۔

ایسے ہی گناہگار مسلمانوں کے متعلق دوسری جگہ آتا ہے کہ :

وَاٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ	اور (ان منافقوں کے علاوہ جہاد سے پیچھے
خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّاٰخَرَ سَيِّئًا	رہ جانے والے) بعض دوسرے لوگ بھی ہیں
عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْهِمْ ۔ (التوبہ - ۱۳)	جنھوں نے اپنے گناہوں کا (پورے احساسِ ندامت

کے ساتھ) اقرار کر لیا - ان کے کچھ اچھے اعمال بھی ہیں اور کچھ برے بھی - توقع ہے کہ خدا ان کی توبہ قبول کرلے اور معاف کردے ۔

ایک تیسری آیت بھی سامنے رکھیے :

ثُمَّ اِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِیْنَ عَمِلُوا	پھر تیرا پروردگار، ان لوگوں کے لیے جن سے
السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابُوْا مِنْ بَعْدِ	برے کام "جہالت" کی وجہ سے سرزد ہو جاتے ہیں
ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْٓا اِنَّ رَبَّكَ مِنْ بَعْدِهَا	اور وہ اس کے بعد ہی توبہ کرتے اور اپنی اصلاح کرلیتے
لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ؕ - (نحل - ۱۵)	ہیں، بیشک ایسے لوگوں کے حق میں تیرا پروردگار اس

(توبہ اور اصلاح) کے بعد ضرور بخش دینے والا اور رحم کرنے والا ہے ۔

ان تینوں آیتوں پر غور کرنے سے چند باتیں نکلتی ہیں - ایک تو یہ کہ مسلمان سے بھی گناہ

سرزد ہو سکتا ہے - اور ہوتا ہے - دوسرے یہ کہ وہ اگر گناہ کرتا ہے تو وہ "جہالتہ" کی بنا پر، یعنی کسی فوری جذبہ نفسانی سے مغلوب ہو کر - تیسری بات یہ کہ ارتکاب گناہ کے بعد فوراً ہی اس کا ضمیر مضطرب ہو جاتا ہے - ناگواری کے شدید احساسات سے اس کا حال متغیر ہو جاتا ہے - خدائے ذوالجلال کی صفت عدل اسکی نگاہوں کے سامنے مجسم ہو کر آ کھڑی ہوتی ہے - اس کی جبینِ ایمانی پر عرق انفعال کے قطرے نمودار ہو جاتے ہیں - وہ بغیر کسی توقف کے اپنے گناہ کا اعتراف کر لیتا ہے، اور خدا سے مغفرت کا طالب ہوتا ہے، اور آئندہ کے لیے اپنی اصلاح کر لیتا ہے - چوتھی بات ـــ جسے اسی تیسری بات کا سلبی پہلو کہنا چاہیے ـــ یہ کہ وہ اپنے کسی عمل بد پر قصداً جما نہیں رہتا - یعنی یہ نہیں ہوتا کہ مسلسل اس برائی کو وہ کئے جائے اور اسے ترک کرنے کی نہ کوئی سعی کرے نہ اس کا قلب اس پر نفرت کرتا ہو -

منافق ان تمام صفات سے عاری ہوتا ہے - وہ خلاف شرع حرکتوں کو کسی فوری جذبۂ نفس سے مغلوب ہو جانے کی وجہ سے نہیں کرتا بلکہ پورے شعور اور ارادہ کے ساتھ شریعت کی خلاف ورزی کو اسکی پابندی پر ترجیح دیتا ہے، اور اس خلاف ورزی کو اپنی عادت بنا لیتا ہے - شریعت کی پابندی میں بظاہر جو تکلیفیں اور لذات نفس سے محرومیاں ہیں ان کا موازنہ وہ ان فائدوں اور آسائشوں اور لذتوں سے کرتا ہے جو شریعت کی خلاف ورزی میں نظر آتی ہیں، پھر اس کا نفس یہ فیصلہ کرتا ہے کہ اس کو پہلی چیز قبول نہیں ہے اور صرف دوسری چیز ہی مطلوب ہے - اسی فیصلہ کی بنا پر جب وہ خدا کا قانون توڑتا ہے تو اسے شرمندگی کے بجائے فرحت و مسرت ہوتی ہے - اسکے دل میں خوفِ خدا کا شائبہ تک نہیں آتا - نہ استغفار اور توبہ کی طرف کبھی اس کا ذہن منتقل ہوتا ہے -

یہ ہے بنیادی فرق ایک منافق میں اور ایک گنہگار مسلمان میں، اور یہی وہ نکتہ ہے جسے نہ سمجھنے کی وجہ سے خوارج نے ہر گناہ کبیرہ کے مرتکب کو کافر قرار دیدیا - پس مذکورہ بالا صفات منافقین

کو سامنے رکھ کر اپنی جماعت کے منافقوں کو چھانٹتے وقت ہمیں منافق اور عاصی مسلمان کے اس نازک فرق کو ہمیشہ ملحوظ رکھنا چاہیے۔ ایسا نہ ہو کہ جسم کے فاسد اجزاء کو کاٹتے ہوئے اس کے صالح اجزاء بھی کاٹ کر پھینک دیے جائیں۔

منافقین کے متعلق احکام منافقین کے بارے میں قرآن نے جو احکام صادر کیے ہیں ان کو دو حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ ایک حصہ تو وہ ہے جو ان کی آخرت کے متعلق ہے یعنی یہ کہ مالکِ یوم الدین ان کے ساتھ کیا سلوک کرے گا۔ دوسرا حصہ ان کی دنیوی زندگی سے تعلق رکھتا ہے، یعنی یہ کہ عام مسلمان، انفرادی اور اجتماعی حیثیت سے، ان کے ساتھ کیا رویہ اختیار کریں۔

اس سلسلہ میں سب سے پہلے یہ سمجھ لینا چاہیے کہ جس طرح آخری انجام کے اعتبار سے تمام مسلمانوں کے درجات یکساں نہیں ہیں بلکہ ان کے ایمان اور اعمال کے فرق مراتب کے لحاظ سے انھیں مختلف مدارج عطا کیے جائینگے، اسی طرح منافقین کی سزاؤں کے بھی مختلف مدارج قرار دیے جائینگے۔ جس منافق کے اندر نفاق اپنی پوری شدت سے کارفرما ہوگا اس کے عذاب کی کمیت اور کیفیت کچھ اور ہوگی اور جس کے اندر نفاق کی معمولی اور نسبتاً ہلکی خصوصیات ہونگی اس کے عذاب کی نوعیت کچھ اور ہوگی۔ یہی فرق ان احکام میں بھی ملحوظ ہے جو عام مسلمانوں کو منافقوں کے بارے میں دیے گئے ہیں۔ خود اصول جزاء کا بھی یہی تقاضا ہے کہ مختلف طبقات منافقین کے درمیان یہ فرق ملحوظ رکھا جائے اور قرآن کے بعض اشارات سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ مثلاً وہ لوگ جو خدا اور رسول خدا اور آیات قرآن کے ساتھ تمسخر کرتے تھے، ان کے متعلق قرآن فرماتا ہے کہ:

لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ اِنْ نَّعْفُ عَنْ طَآئِفَةٍ مِّنْكُمْ نُعَذِّبْ طَآئِفَةً بِاَنَّهُمْ كَانُوْا مُجْرِمِيْنَ۔ (توبہ-۸)	منافقو! باتیں نہ بناؤ، یقیناً تم نے ایمان لانے کے بعد کفر کیا۔ اگر ہم تم میں سے ایک گروہ کو بخش بھی دیں تو دوسرے لوگوں کو ضرور عذاب دیں گے کہ (حقیقی اور شعوری) مجرم وہی لوگ ہیں۔

اس آیت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ نفاق جو جان بوجھ کر اختیار کیا جائے اس کا مقام اور ہے اور جو محض جہالت اور قلت اعتناء یا ضعف نفس کی بنا پر ہو اس کا مقام اور ہے اور کیا عجب ہے کہ رحمت الٰہی کا دائرہ کسی وقت میں وہاں تک بھی وسیع ہو جائے۔

منافقین کے طبقات اس نقطۂ نظر سے ہم عام منافقین کے حالات وصفات پر نگاہ ڈالتے ہیں اور ان کی کیفیات نفسی کا عمیق مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں یہ لوگ تین مختلف طبقات میں بٹے دکھائی دیتے ہیں۔

ایک تو وہ اشرار ازلی ہیں جو اسلام اور کفر دونوں کی حقیقت، دونوں کے نظریات اور دونوں کے حیاتی نصب العین سے بخوبی واقف ہیں، اور اس واقفیت کے بعد ان کا دل اسلام سے پوری طرح برگشتہ اور کفر اور کافرانہ نظریات کا سچا عقیدت کیش ہے، لیکن اس کے باوجود ان کے کچھ مصالح ہیں جو انہیں مجبور کئے ہوئے ہیں کہ اسلام سے علانیہ بے تعلقی کا اظہار نہ کریں بلکہ منافقت کے لباس میں اپنے کو پکے سے پکا مسلمان ظاہر کرنے کی کوشش کریں۔ یہ مصالح خواہ خود ان کی ذاتی اغراض نفسانی سے متعلق ہوں، یا کسی غیر مسلم گروہ کے اعتقادات اور نظریات کی مسلم عوام میں کامیاب تبلیغ کرنے کی چال سے متعلق، یا مسلمانوں کے نظام ملی میں اختلال برپا کرنے اور ان کے جماعتی رازوں کی جاسوسی کرنے اور در پردہ ان کی قوتوں کو فنا کر دینے کے سیاسی مکائد سے متعلق، بہر حال یہ سب ایک ہی طبقہ میں شمار ہونگے۔

ان کے مقابلہ میں دوسرا طبقہ ان لوگوں کا ہے جو گو حالت نفاق میں گرفتار ہیں لیکن ان کا باطن اتنا زنگ آلود نہیں ہے جیسا کہ مقدم الذکر طبقہ کا ہے۔ ان کا نفاق یا تو ناواقفیت اور عدم شعور پر مبنی ہے اور ان کے سامنے اسلامی اور غیر اسلامی اصول و معتقدات اچھی طرح ایک دوسرے سے متمیز نہیں ہیں اور اس وجہ سے وہ نادانستہ کفر کی غلاظت میں لتھڑے ہوئے ہیں، یا پھر ان کے نفس کی کمزوریوں نے انھیں منافقین کی صف میں لا کھڑا کیا ہے۔ اگرچہ یہ لوگ کفر کی بہ نسبت اسلام

سے قریب تر ہیں مگر ان کے اسلام میں اتنی قوت نہیں ہے کہ اپنے اصول اور مسلک کی خاطر، جسے وہ حق کہتے اور حق سمجھتے ہیں، ضرورت پڑنے پر اپنے مادی علائق، اپنی طبعی لذات اور اپنے دنیوی مصالح کو قربان کر سکیں۔

پہلا طبقہ نفاق کی آخری سرحد پر ہے، جسے نفاق کا امام کہنا چاہیے اور دوسرا طبقہ نفاق کی ابتدائی سرحد پر ہے بلکہ یوں کہیئے کہ ایک قدم اس کا دائرۂ اسلام میں ہے اور دوسرا حلقۂ نفاق میں۔ منافقین کے یہ دونوں طبقے عہدِ رسالت میں بھی تھے اور آج بھی ہیں۔

لیکن، جیسا کہ کہیں اوپر بیان کیا جا چکا ہے، اس وقت ایک اور طبقہ بھی پیدا ہو گیا ہے جس کا نام ہم نے غیر شعوری منافق رکھا ہے۔ یہ طبقہ اسلام کے نام سے صرف ایک متعصبانہ تعلق رکھتا ہے مگر وہ اسلام کو سرے سے سمجھتا ہی نہیں۔ بلکہ اس کا دماغ اگر لینن اور مارکس کے ہاتھوں بکا ہے تو نظر ہیگل اور ڈارون کے دامنوں میں الجھی ہوئی ہے اور وہ انھیں کے پیچھے دوڑے چلے جا رہے ہیں۔ اگرچہ قدرتاً قرآن نے صرف دو ہی مقدم الذکر طبقوں کے حالات و عواقب سے بحث کی ہے لیکن اسلامی اصول و نظریات کے لحاظ سے اس تیسرے طبقہ کو بھی دوسرے ہی کا ہم رنگ و ہم ذات سمجھنا چاہیے۔

اخروی انجام اب ان دونوں گروہوں کے بارے میں ان کے اختلاف مدارج کے لحاظ سے جو مختلف احکام بیان کیے گئے ہیں ان پر غور کیجیے۔ یہ احکام، جیسا کہ ہم عرض کر چکے ہیں، دو حصوں میں منقسم کیے جا سکتے ہیں۔ ایک تو وہ جو منافقین کے اخروی انجام اور جزا و سزا کے متعلق ہیں۔ دوسرا وہ جو ان کی دنیوی زندگی یعنی منافق اور مسلم کے دنیوی روابط سے متعلق ہیں۔ یہاں ہم قرآن سے دونوں طبقوں کے منافقوں سے متعلق احکام الگ الگ بیان کرتے ہیں۔ پہلے اخروی نقطۂ نظر سے پھر دنیوی اور سیاسی زاویۂ نگاہ سے۔

پہلے طبقہ کے بارے میں قرآن کا ارشاد ہے:

قُلْ اَنْفِقُوْا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا لَّنْ يُّتَقَبَّلَ مِنْكُمْ اِنَّكُمْ كُنْتُمْ قَوْمًا فٰسِقِيْنَ (توبہ - ۷)

اے پیغمبر ان منافقوں سے کہدو کہ خواہ تم خوشی سے صدقہ دو یا زبردستی اور تنگ دلی سے (خدا کے ہاں بہر حال) ہرگز مقبول نہ ہوگا، کیونکہ تم لوگ فاسق ہو۔

آیت کے آخر میں اس نامقبولیت کی علت بھی بتادی ہے کہ یہ لوگ جذبۂ ایمانی کے تحت خرچ نہیں کرتے ہیں، کیونکہ ان کے دلوں میں ایمان کی روشنی کا تو گذر ہی نہیں ہے وہاں تو فسق — جو ضدّ ایمان ہے — کی تاریکی چھائی ہوئی ہے۔ اور صرف صدقہ ہی پر کیا منحصر ہے فسق کی اس حلقہ بگوشی کی وجہ سے ان کے سارے — بظاہر اچھے — اعمال اکارت ہوجائینگے:

حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فَاَصْبَحُوْا خٰسِرِيْنَ (مائدہ - ۸)

ان منافقوں کے تمام اعمال ضائع ہوگئے اور وہ سراسر گھاٹے میں رہے۔

اور اس حبط عمل کا نتیجہ کیا ہوگا:

وہ اللہ تعالیٰ نے منافق مردوں اور منافق عورتوں اور کفار، سب سے نار جہنم کا وعدہ کر رکھا ہے جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ اور یہی ان کیلئے کافی ہے۔ اور خدا نے ان پر لعنت کردی ہے، اور ان کے لیے دائمی عذاب ہے۔ (توبہ - ۹)

کفار اور منافقین دونوں کے لیے نار جہنم کی سزا تو ضرور ہے، لیکن خدا کہتا ہے کہ منافقین کا مقام کافروں کے مقابلہ میں بہت آگے ہے:

اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ (النساء - ۲۱)

بے شک منافق جہنم کے سب سے نچلے طبقہ میں ہونگے۔

اور یہ "قید بامشقت" کی امتیازی سزا بالکل تقاضائے عدل ہے۔ تامل کرنے سے کفر

کے مقابلہ میں جرم نفاق کی سنگینی بالکل واضح ہو جاتی ہے - کافر کے اندر ساری کج رویوں اور گمراہیوں کے باوجود ضمیر ہوتا ہے اور اس ضمیر میں خودی اور خودداری کی روح ہوتی ہے - وہ اپنے مسلک کو حق سمجھ کر اس پر اڑ جاتا ہے اور اس کے خلاف ہر آواز کو باطل یقین کر کے اس کا دشمن بنتا ہے - مگر بدبخت اور ننگِ انسانیت منافق اس ایک خوبی سے بھی محروم ہوتا ہے - نفس پرستی کے سوا اس کا کوئی مسلک ہی نہیں ہوتا - وہ مادیات کے عشق میں اپنے ضمیر کو بالکل پست اپنے حس اور ذلیل بنا لیتا ہے اور اس پوری تیاری کے ساتھ خدا کے حضور میں جاتا ہے کہ "درک اسفل" کے سوا کسی اور جگہ رہنے کے قابل ہی نہیں رہتا -

یہ عذاب ان کے لیے لازمی ہے - اس قضائے مبرم کو کوئی شے ٹال نہیں سکتی - خدا کے نزدیک اپنے حبیب سے بڑھ کر کوئی مقبول نہیں، لیکن اس کی دعائیں بھی یہاں کچھ نہیں کر سکتیں :-

"اے پیغمبر ان منافقوں کے لیے تم خواہ دعائے مغفرت کرو یا نہ کرو - تم چاہے ان کے لیے ستر مرتبہ بھی دعائے مغفرت کرو تب بھی خدا انھیں کبھی نہیں بخشنے کا" (توبہ - ۱۰)

دوسرے طبقے کے انجام سے متعلق اللہ رب العالمین نے ہمارے سامنے کوئی واضح اور طے شدہ فیصلہ نہیں رکھا ہے - لیکن اتنا تو اس نے کھول کر کہہ دیا ہے کہ وہ دوزخ کا عذاب ضرور چکھیں گے - مثلاً ان ضعفاء کے بارے میں جو ہجرت نہ کر سکے تھے اور کفار کی طرف سے لڑتے ہوئے معرکہ بدر میں مارے گئے تھے، اس نے فرمایا ہے کہ فَاُولٰٓئِكَ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ (یہی لوگ ہیں ان کا ٹھکانا جہنم ہے) - اسی طرح جو لوگ غزوۂ تبوک میں جانے سے جی چرا رہے تھے اور جو پیچھے رہ گئے تھے ان کے بارے میں ارشاد خداوندی آیا کہ اِلَّا تَنْفِرُوْا يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا (اگر تم لڑائی کے لیے نہ نکلے تو اللہ تعالیٰ تمہیں دردناک عذاب دیگا) - نیز يُهْلِكُوْنَ اَنْفُسَهُمْ (یہ لوگ جہاد سے جی چرا کر خود اپنے کو ہلاک کر رہے ہیں) - غرض اس طبقہ کو بھی دوزخ کی ہولناکیوں سے ضرور دوچار ہونا

پڑیگا۔ اس ناگزیر انجام سے انھیں نہ تو یہ عذر بچا سکے گا کہ ہمیں ایمان کی صحیح کیفیت اور اس کے مقتضیات کا علم نہ تھا، اور نہ یہ عذر کچھ کام آسکے گا کہ ہم اسلام کے منکر یا بدخواہ اور دشمن نہ تھے خدا کی عدالت دوٹوک فیصلہ کریگی اور اس ضعف ایمانی اور جہالت و بے خبری کا انجام بھی ظاہر ہو کر ہی رہیگا۔ ہاں طبقہ اولیٰ کے مقابلہ میں ان کی سزا بہرحال ہلکی ہوگی۔ ان کے لیے درک اسفل نہ ہوگا۔ نہ ان کے متعلق قرآن نے ملعونیت کی وعید سنائی ہے اور نہ ہی اس امر کا اعلان کیا ہے کہ وہ ــ طبقہ اولیٰ کی طرح ـــــ دوزخ میں ابد تک رہیں گے۔ پھر ان کی سزاؤں کا اندازہ کیا ہے؟ اس کی صحیح تعیین کس طرح کی جائے؟ یہ سوال ہمارے طے کرنے کا نہیں۔ مالکِ یوم الدین کی حکمت، رحمت اور مشیئت ہی اسے طے کریگی۔ بندہ کو تو بہرحال اس کی تمام صفات میں سے صرف اس کی صفت رحمت ہی کے دامن کو پکڑنا چاہیے۔ رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَّعِلْمًا۔

(باقی)

ضرورت ہے

اس دفتر کو ترجمان القرآن کے مندرجہ ذیل پرچوں کی ضرورت ہے۔ جو حضرات فروخت کرنا چاہیں وہ یہ پرچے مجھے بذریعہ ڈاک ارسال کردیں۔ وصول کرنیکے بعد ان کی قیمت ۸ر فی پرچہ کے حساب سے ارسال کردی جائیگی۔

۵۶ھ۔ صفر۔ ربیع الاول۔ ربیع الآخر۔ شعبان۔ رمضان۔

۵۷ھ۔ جمادی الاولیٰ۔ جمادی الآخر۔ رجب۔

۵۸ھ۔ ربیع الآخر۔ جمادی الاولیٰ۔

مینجر ترجمان القرآن۔ مبارک پارک۔ پونچھ روڈ۔ لاہور

ایک اہم دینی تحریک

گذشتہ ماہ رجب کے اواخر میں مجھ کو دھلی سے متصل ایک علاقے میں جانے کا اتفاق ہوا جو "میوات" کے نام سے معروف ہے۔ ایک مدت سے سن رہا تھا کہ وہاں مولانا محمد الیاس صاحب کاندھلوی کی رہنمائی میں خاموشی کے ساتھ ایک تحریک چل رہی ہے جس نے دس بارہ سال کے اندر اس علاقہ کی کایا پلٹ دی ہے۔ آخر کار شوقِ طلب نے مجھے مجبور کر دیا کہ خود جا کر حالات کی تحقیق کروں۔ اس سفر میں جو کچھ میں نے دیکھا اور جو نتائج میں نے اخذ کیے، میں چاہتا ہوں کہ انہیں ناظرین ترجمان القرآن تک بھی پہنچا دوں تاکہ جو اللہ کے بندے درحقیقت کچھ کرنا چاہتے ہیں ان کو کام کرنے کے لیے ایک صحیح راہ مل سکے۔

میو قوم دھلی کے آس پاس الور، بھرت پور، گوڑگانوہ اور دوسرے متصل علاقوں میں آباد ہے۔ اندازہ کیا جاتا ہے کہ اسکی مجموعی تعداد ۲ و ۳ لاکھ سے کم نہیں ہے۔ اب سے صدیوں پہلے غالباً حضرت نظام الدین محبوب الٰہی رحمتہ اللہ علیہ اور انکے خلفاء و متبعین کی کوششوں سے اس قوم میں اسلام پہنچا تھا، مگر افسوس کہ بعد کے زمانوں میں مسلمان حکمرانوں اور جاگیرداروں کی غفلت سے وہاں اسلامی تعلیم اور اسلامی تربیت کا کوئی انتظام نہیں کیا گیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ جو لوگ حکومت کے مرکز سے اس قدر قریب آباد تھے ان میں قدیم جاہلیت کی تمام خصوصیات باقی رہیں، اور رفتہ رفتہ وہ اسلام سے اس قدر بعید ہوتے چلے گئے کہ اُن میں بجز اس خیال کے کہ "ہم مسلمان ہیں" اور کوئی چیز اسلام کی باقی نہ رہی۔ انکے نام تک مسلمانوں کے سے نہ رہے تھے۔ ناہر سنگھ اور بھوپ سنگھ

اور ٹوٹرو اور اسی قسم کے ناموں سے وہ موسوم ہوتے تھے۔ انکے سروں پر چوٹیاں تھیں۔ انکے ہاں مورتیاں پوجی جاتی تھیں۔ اپنی حاجات کے لیے وہ اُنہی دیویوں کی طرف رجوع کرتے تھے جن کی پوجا قدیم زمانہ میں انکے اسلاف کیا کرتے تھے۔ اسلام سے وہ اس قدر ناواقف تھے کہ عام دیہاتی باشندوں کو کلمۂ طیبہ تک یاد نہ تھا۔ حتیٰ کہ نماز کی صورت تک سے وہ ناآشنا تھے۔ کبھی کوئی مسلمان اتفاق سے انکے علاقہ میں پہنچ گیا اور اس نے نماز پڑھی تو گاؤں کے عورت مرد بچے سب اسکے گرد یہ دیکھنے کے لیے جمع ہو جاتے کہ یہ شخص کیا حرکتیں کر رہا ہے، اس کے پیٹ میں درد ہے یا اسے جنون ہو گیا ہے کہ بار بار اٹھتا بیٹھتا اور جھکتا ہے؟ اسکے ساتھ ہی انکے اندر جاہلیت کی تمام وحشیانہ عادات پائی جاتی تھیں۔ گندی اور ناصاف زندگی۔ طہارت کے ابتدائی اصولوں تک سے ناواقف۔ عورت اور مرد سب نیم برہنہ اور شرم وحیا سے عاری۔ چوری، رہزنی، ڈکیتی اور دوسرے مجرمانہ افعال کا ارتکاب عام طور پر پھیلا ہوا۔ کسی مسافر کا بخیریت انکے علاقہ سے گذر جانا مشکل۔ پھر ان کے قبائل اور بطون میں چھوٹی چھوٹی جاہلانہ باتوں پر اُسی قسم کی لڑائیاں ہوتی رہتی تھیں جیسی عرب جاہلیت کے حالات میں آپ پڑھتے ہیں۔ انکی آبادی مختلف حلقوں میں بٹی ہوئی تھی اور بسا اوقات دو یا چند حلقوں میں کسی عورت یا کسی جانور یا کسی اور چیز پر ایسی عداوتیں برپا ہو جاتی تھیں جن کا سلسلہ مدتوں تک چلتا رہتا تھا۔ یوں اس جفاکش، بہادر اور طاقتور قوم کی ساری پیدائشی قوتیں ضائع ہو رہی تھیں، اور وہ نہ صرف اپنے لیے ترقی وفلاح کا کوئی راستہ نہ پاتی تھی، بلکہ اپنے ہمسایوں کے لیے بھی سبب اضطراب بنی ہوئی تھی، چنانچہ جن لوگوں کو اس علاقہ کے انتظام کا تجربہ ہے وہ اعتراف کرتے ہیں کہ انگریزی حکومت اور الور وبھرت پور کی ریاستیں وہاں امن قائم کرنے اور بہتر تمدنی حالات پیدا کرنے میں ناکام رہی تھیں۔

ان حالات میں جناب مولانا محمد الیاس صاحب نے وہاں کام شروع کیا اور دس بارہ سال کی

مختصر مدت میں اس قوم کے بیشتر حصہ کی کایا پلٹ دی۔ اب اس علاقہ میں تقریباً ڈھائی سو مدرسے قائم ہیں جہاں دیہات کے لڑکے آکر اپنے دین سے ابتدائی واقفیت حاصل کرتے ہیں ان میں سے جو لوگ اعلیٰ درجہ کی دینی تعلیم حاصل کرنا چاہتے ہیں انکے لیے دہلی سے قریب اُنہی حضرت نظام الدین محبوب الٰہی کی بستی میں ایک مدرسہ قائم ہے، جنکی بدولت ابتداءً اس قوم کو اسلام کی نعمت میسر ہوئی تھی۔ اس مدرسہ میں نہ صرف علوم دینیہ کی تکمیل کرائی جاتی ہے، بلکہ طلبہ کو خالص دینی تربیت بھی دی جاتی ہے، اور تبلیغ و اصلاح کی عملی مشق کرانے کے لیے اُن سے آس پاس کے دیہات میں عملی کام بھی لیا جاتا ہے۔ اس مدرسے کی برکت سے خود میو قوم میں علماء اور مبلغین کی ایک معتدبہ جماعت پیدا ہو گئی ہے جو انشاء اللہ اس قوم کو دین کے راستہ پر قائم رکھنے کی ضامن ہو گی۔ مولانائے محترم نے خود اسی قوم کے مبلغوں سے اسکی اصلاح کا کام لیا، اور ان کی پیہم کوششوں کا نتیجہ جو میں اپنی آنکھوں سے دیکھ آیا ہوں، یہ ہے کہ بعض علاقوں میں گاؤں کے گاؤں ایسے ہیں جہاں ایک بچہ بھی آپ کو بے نمازی نہ ملیگا۔ دیہات کی وہ مسجدیں جہاں یہ لوگ کبھی اپنے مویشی باندھتے تھے، آج وہاں پانچوں وقت اذان اور جماعت ہوتی ہے آپ کسی راہ چلتے دیہاتی کو روک کر اس کا امتحان لیں۔ وہ آپ کو صحیح تلفظ کے ساتھ کلمہ سنائے گا اسلام کی تعلیم کا سیدھا سادھا لب لباب، جو ایک بدوی کو معلوم ہونا چاہیے، آپ کے سامنے بیان کریگا، اور آپ کو بتائیگا کہ اسلام کے ارکان کیا ہیں۔ اب آپ وہاں کسی مسلمان مرد، عورت یا بچے کو ہندوانہ لباس میں نہ پائینگے، نہ اسکے جسم کو بے ستر دیکھینگے، اور نہ اس کے گھر کو، یا اس کے لباس کو نجاستوں میں آلودہ پائینگے۔ انکی عادات و خصائل اور انکے اخلاق میں بھی اسی مذہبی تعلیم و تبلیغ کی وجہ سے نمایاں فرق ہو گیا ہے۔ اب وہ متمدن اور مہذب طرز زندگی کی طرف پلٹ رہے ہیں۔ جرائم میں حیرت انگیز کمی ہو گئی ہے۔ لڑائیاں، فسادات اور مقدمات بہت کم

ہو گئے ہیں - ان کا علاقہ اب ایک پرامن علاقہ ہے جس کا اعتراف خود وہاں کے حکام کر رہے ہیں ان کی معاشرت، ان کے لین دین، ان کے برتاؤ، غرض ہر چیز میں عظیم تغیر ہو گیا ہے جس کی وجہ سے گردوپیش کی آبادی پر اُن کا نہایت اچھا اخلاقی اثر مترتب ہو رہا ہے - اب وہ ذلت اور بے اعتباری کی نگاہ سے نہیں دیکھے جاتے، بلکہ انکی عزت قائم ہوتی جا رہی ہے، اور ان کے کرکٹر پر اعتماد کیا جانے لگا ہے -

مولانا نے عام دیہاتیوں کے اندر تبلیغ و اصلاح اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی ایسی اسپرٹ پیدا کر دی ہے کہ جو لوگ کل تک خود گمراہ تھے، وہ اب دوسروں کو راہ راست بتانے پھرتے ہیں - کھیتی باڑی کے کاموں سے فرصت پانے کے بعد مختلف قریوں سے ان دیہاتیوں کے چھوٹے چھوٹے گروہ تبلیغ کے لیے نکلتے ہیں - گاؤں گاؤں پہنچ کر لوگوں کو خیر و صلاح کی طرف دعوت دیتے ہیں ان کا رخت سفر اور زاد راہ انکے کندھے پر ہوتا ہے - کسی پر اپنا بار نہیں ڈالتے - نہ کسی سے اپنے لیے کچھ طلب کرتے ہیں - محض اللہ کی خوشنودی انکے مدنظر ہوتی ہے اور بے غرضانہ کام کرتے ہیں، اس لیے جہاں جاتے ہیں، دیہات اور قصبات کی آبادیوں پر ان کا غیر معمولی اثر ہوتا ہے - مجھے معلوم ہوا کہ بسا اوقات یہ لوگ پیدل گشت کرتے ہوئے دو دو سو میل تک چلے جاتے ہیں اور جن جن بستیوں پر سے ان کا گذر ہوتا ہے وہ مذہبی بیداری اور کلمہ و نماز کے نور سے منور ہو جاتی ہیں - خود مجھ کو بھی ان میں سے بعض بدوی مبلغین سے بات کرنے کا اتفاق ہوا، اور انکی سیدھی سادی زبانوں سے جب میں نے ان کے مقاصد اور ارادے سُنے تو مجھے ایسا محسوس ہونے لگا کہ آغاز اسلام میں عرب کے بدووں کو جس روح نے صراط مستقیم کی تبلیغ کے لیے اٹھایا تھا وہی روح ان لوگوں میں پیدا ہو رہی ہے - ایک جاہل کسان سے میں نے پوچھا کہ تم کیوں دورے کرتے ہو؟ اس نے جواب دیا کہ :-

"ہم جہالت میں پڑے ہوئے تھے - نہ ہم کو خدا کی خبر تھی نہ رسول کی - اس مولوی کا خدا بھلا کرے کہ اس نے ہمیں سیدھا راستہ بتایا - اب ہم چاہتے ہیں کہ اپنے دوسرے بھائیوں تک بھی یہ نعمت پہنچائیں جو ہمیں ملی ہے"

یہ الفاظ سن کر میری آنکھوں میں آنسو بھر آئے - یہی جذبہ تو تھا جس سے مخمور ہو کر صحابہ کرام اٹھے تھے، اور اس طرح سے اٹھے تھے کہ انہیں اپنے تن بدن کا بھی ہوش نہ رہتا تھا -

اس دینی اصلاح نے میواتی قوم کے اس قبائلی انتشار کو بھی بڑی حد تک دور کر دیا ہے جس نے اب تک اُن کی قوتوں کو پراگندہ کر رکھا تھا - دیہات میں وقتاً فوقتاً جلسے ہوتے رہتے ہیں جن میں بیس بیس، پچیس پچیس کوس سے لوگ شریک ہونے کے لیے آتے ہیں - آٹھ آٹھ دس دس ہزار کا مجمع ہو جاتا ہے - ایک جگہ بیٹھ کر دین کی تعلیم حاصل کرتے ہیں، اور وہیں ان کے آپس کے جھگڑے بھی چکائے جاتے ہیں - پھر دیہات سے جو تبلیغی جماعتیں نکلتی ہیں وہ نہ صرف دین کی تعلیمات پھیلاتی ہیں، بلکہ ساتھ ہی ساتھ خود بخود باہمی اخوت و محبت کے تعلقات بھی قائم کر لیتی ہیں - اس طرح قبائلی تفرقہ کی جگہ رفتہ رفتہ قومی وحدت پیدا ہو رہی ہے، اور ایک ایسی تنظیمی ہئیت وجود میں آتی جا رہی ہے جس سے آگے چل کر بہت سے کام لیے جا سکتے ہیں - تنظیم کا ماحصل اس کے سوا اور کیا ہے کہ کثیر التعداد افراد ایک آواز پر مجتمع ہوں اور ایک آواز پر حرکت کرنے لگیں - یہی چیز وہاں پیدا ہو رہی ہے اور بڑی حد تک پیدا ہو چکی ہے -

یہ قابل قدر نتائج جو گنتی کے چند برسوں میں برآمد ہوئے ہیں، محض ایک مخلص آدمی کی محنت و کوشش کا ثمرہ ہیں - وہاں نہ کوئی کمیٹی ہے - نہ چندہ ہے - نہ اس تحریک کا کوئی جداگانہ نام ہے - نہ اسکے ممبر بھرتی کیئے جاتے ہیں - نہ کوئی امیر و رئیس پشت پر ہے - نہ کوئی اخبار نکلتا ہے - نہ قواعد پریڈ اور یونیفارم اور باجوں اور جھنڈوں کے نمائشی مظاہرے ہوتے

ہیں - نہ اپنے کارناموں کا اشتہار دیا جاتا ہے - خاموشی کے ساتھ ایک سیدھا سا مولوی ایک مسجد میں بیٹھا ہوا کام کر رہا ہے - اُس غریب کو نمائش اور پروپیگنڈا کے جدید مغربی طریقے بالکل نہیں آتے - نہ اس نے آج تک اسکی ضرورت ہی محسوس کی کہ اس کے کاموں کا ڈھول دنیا میں پیٹا جائے - ایک خالص دینی جذبہ ہے جو اس سے یہ کام لے رہا ہے، اور ایک دُھن ہے جس میں وہ رات دن لگا ہوا ہے - یہی وجہ ہے کہ اس اکیلے آدمی نے جو ٹھوس کام کیا ہے، وہ ہماری ان بڑی بڑی انجمنوں اور اُن بلند بانگ تحریکوں سے آج تک بن نہ آیا جن کے نام آپ رات دن اخباروں میں سنتے رہتے ہیں - حقیقۃً اس نوعیت کی تحریک ہندوستان کی اسلامی تاریخ میں یا تو حضرت شیخ احمد مجدد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ نے اٹھائی تھی یا حضرت سید احمد بریلوی رحمۃ اللہ نے اس کا احیا کیا، یا اب مولانا محمد الیاس صاحب کو اللہ تعالیٰ نے اسے تازہ کرنے کی توفیق بخشی ہے -

میرا مقصد اس تحریک کے حالات بیان کرنے سے یہ نہیں ہے کہ جو اشتہار اب تک نہ ہوا تھا وہ اب ہو جائے - بلکہ میں اس ذریعہ سے ان لوگوں کو جو نمائش کے طالب نہیں ہیں، اور دین و ملت کی کوئی حقیقی خدمت انجام دینے کے خواہشمند ہیں، چند اہم امور کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں :-

(۱) اس وقت ہندوستان کے مسلمان عام طور پر جس حالت میں مبتلا ہیں وہ اسکی متقاضی ہے کہ ان کو از سرِ نو اسلام کی طرف دعوت دی جائے، اور پھر سے اُس طرح مسلمان بنایا جائے جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل عرب کو بنایا تھا - ان کا اخلاقی تنزل، ان کی دینی سرد مہری، انکی احکام اسلام سے غفلت، انکی قوتوں کا انتشار، انکے خیالات کی پراگندگی، ان کا مختلف راستوں پر بھٹکنا اور رہبر و رہزن میں امتیاز کیے بغیر ہر پکارنے والے کی آواز پر دوڑ چلنا، یہ سب نتائج ہیں اس ایک چیز کے کہ یہ لا الٰہ الا اللہ کے مرکز سے ہٹ گئے ہیں - ہماری بنیادی غلطی،

جس کی وجہ سے ہماری تمام مفید تحریکیں ناکام ہو رہی ہیں، یہی ہے کہ لفظ "مسلمان" جو انکے لیے بولا جاتا ہے، اس سے ہم دھوکا کھا جاتے ہیں، اور انکو واقعی و حقیقی مسلمان سمجھ کر ان سے توقع رکھتے ہیں کہ یہ مسلمانوں کی طرح کام کرینگے۔ ہم ان کے سامنے خدا و رسول کے احکام بیان کرکے امید رکھتے ہیں کہ یہ اُس طرح ان کے آگے سر جھکائینگے جس طرح ایک مسلمان کو جھکانا چاہیے، حالانکہ درحقیقت یہ احکام کے مخاطب نہیں ہیں بلکہ کلمۂ طیبہ کے مخاطب ہیں۔ ان کے دلوں میں کلمۂ لا الٰہ الا اللہ ہی نہیں اترا ہے، پھر ان سے احکام کی وہ اطاعت، اور وہ مسلمانہ روش کیونکر ظاہر ہوسکتی ہے جو محض اس کلمہ پر ایمان لانے کا نتیجہ ہوتی ہے۔ مولانا محمد الیاس صاحب کی کامیابی کا اولین سبب یہی ہے کہ انہوں نے کلمۂ طیبہ کی تبلیغ سے کام کی ابتدا کی، پھر جو لوگ اس پر ایمان لائے وہ ہر اس حکم کی تعمیل کرتے چلے گئے جو اُن کو خدا اور رسول کی طرف سے سُنایا گیا۔ وہ لوگ حقیقت میں نومسلم ہیں، اور یہ نومسلم ہی کی خصوصیت ہوتی ہے کہ وہ جان بوجھ کر بالارادہ جس چیز پر ایمان لاتا ہے اسکے مقتضیات کو بطوع و رغبت پورا کرتا ہے۔ اب جو لوگ دین کا احیاء چاہتے ہیں ان کے لیے اس کے سوا کوئی راہِ عمل نہیں ہے کہ مسلمانوں کو مسلمان فرض کرکے آگے کی منزلوں پر پیش قدمی کرنے کا طریقہ چھوڑ دیں، اور ان میں از سرِ نو پہلے قدم سے دین کی تبلیغ شروع کریں۔

(۲) موجودہ حالات اسکے لیے سازگار نہیں ہیں کہ کوئی آل انڈیا نظام بناکر کام کیا جائے۔ سردست یہی مناسب ہے کہ جو جہاں بیٹھا ہے وہیں اپنے اطراف و نواح یا اپنے قبیلہ کے لوگوں کو مسلمان بنانے کا کام شروع کرے، اور اپنے اندر جتنی قوت و استعداد پاتا ہو اُسی کے لحاظ سے اپنے کام کا ایک دائرہ معین کرے۔ اپنی استطاعت سے زیادہ پھیل کر کام کرنے کی کوشش کرنا، آدمی کی قوتوں کو منتشر کردیتا ہے، اور پورے کی فکر میں ادھورا کام بھی نہیں ہوتا۔ لہٰذا مخلص کارکنوں کو جگہ جگہ چھوٹے چھوٹے حلقے بناکر کام کرنا چاہیے۔ اگر حقیقت میں خلوص کارفرما ہوگا اور ذاتی خواہشات کا غلبہ نہ ہوگا

تو بعد کو یہ مختلف حلقے بڑی آسانی کے ساتھ ایک بڑے نظام میں منسلک ہو سکینگے۔ اپنی انفرادیت برقرار رکھنے پر اصرار وہیں ہوتا ہے جہاں نفسانیت کی کھوٹ موجود ہوتی ہے۔

(۳) انجمن بازی کی ضرورت نہیں ہے۔ کوئی علحدہ نام رکھ کر کام کرنا بجائے مفید ہونے کے مضر ہوتا ہے، کیونکہ اس سے غیر شعوری طور پر لوگوں میں یہ ذہنیت پیدا ہو جاتی ہے کہ وہ اسلام میں نہیں، بلکہ فلاں نام کی جماعت میں داخل ہو رہے ہیں۔ اسیلیے بہتر یہی ہے کہ سیدھے سادے طور پر اسلام ——— اُسی پرانی اور اصلی جماعت ——— ہی کی طرف لوگوں کو دعوت دیجائے اور جب وہ اس میں داخل ہوں تو انہیں بتا دیا جائے کہ تم میں اور عام مسلمانوں میں اسکے سوا کوئی فرق نہیں کہ تم شعوری مسلمان ہو، اور وہ ابھی تک بے شعور مسلمان ہیں۔ تمہارا فرض یہ ہے کہ ان کو بھی شعوری اسلام کی نعمت میں شریک کرو تاکہ تمہاری جماعت وسیع ہو۔ اب یہ ظاہر بات ہے کہ جو لوگ اس طرح سے ایک جماعت میں شریک ہوتے جائینگے ان کے اندر آپ سے آپ ایک تنظیمی ہیئت پیدا ہوتی چلی جائیگی، اور قدرتی طور پر ان کا داعی اول ہی ان کا لیڈر ہوگا، اور وہاں ایک باضابطہ کمیٹی سے زیادہ اچھی عملی تنظیم پائی جائیگی، بشرطیکہ لیڈر خود اپنی امارت قائم کرنے کا خواہشمند نہ ہو، بلکہ امارت کا نشو و نما اس طور پر ہو جیسے بیج سے درخت پیدا ہوتا ہے۔

(۴) علیٰ ہذا یہ بھی مناسب نہیں کہ نمائشی کام کے اُن طریقوں کی پیروی کی جائے جو آج کل کثرت سے رائج ہو رہے ہیں اور جنہوں نے عموماً دماغوں کو مسحور کر رکھا ہے۔ لوگ اب یہ سمجھنے لگے ہیں کہ جھنڈے، نعرے، وردیاں، پریڈ، سڑکوں پر مارچ کرنا اور مصنوعی جنگیں کرنا (جن کا مجموعی نام عسکری تنظیم رکھا گیا ہے) کامیابی کے لیے ضروری ہیں، کیونکہ یہی چیزیں عوام کو کھینچتی ہیں، اور انہی کے لاگ سے ہزاروں لاکھوں آدمی جمع ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح لوگوں میں یہ خیال بھی پیدا ہو گیا ہے کہ جو شخص کسی تحریک کو چلائے اسکے لیے ایک اخبار بھی ضروری ہے جس کے

ذریعہ سے وہ باہر کی دنیا کو ہمیشہ اپنے کارناموں کی رپورٹیں پہنچاتا رہے، کیونکہ اگر دنیا کو یہ معلوم ہی نہ ہوا کہ آپ نے اب تک اتنے ہزار پمفلٹ اتنی زبانوں میں شائع کیے ہیں، یا یہ کہ فلاں جگہ کسی بڑھیا کا گھر جل رہا تھا اور آپ کے خادمانِ خلق نے وہاں پہنچ کر اس پر اتنی بالٹیاں پانی کی ڈالیں، یا یہ کہ آپ کے متبعین کی تعداد کس رفتار سے بڑھ رہی ہے اور کہاں کہاں آپ کے کارکن کیا کیا خدمات انجام دے رہے ہیں، تو اس کے معنی یہ ہوئے کہ آپ کی ساری محنتیں رائیگاں ہی گئیں۔ آج کل کی بعض تحریکوں نے کچھ ایسا جادو لوگوں کے دماغوں پر کر دیا ہے کہ بعض مخلص آدمی بھی جب کوئی کام کرنا چاہتے ہیں تو ان کا ذہن خواہ مخواہ اسی طرزِ کارروائی کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے۔ لیکن میں ان کو بتانا چاہتا ہوں کہ اہلِ اخلاص کا یہ طریقِ کار کبھی نہیں رہا، اور نہ اس طرز پر کوئی ٹھوس کام دنیا میں ہو سکتا ہے۔ ایک لمبی نوک دار ٹوپی پہن کر بازار میں کھڑے ہو جائیے، اور گھنٹی بجائیے۔ آن کی آن میں بہت سے آدمی آپ کے گرد جمع ہو جائیں گے۔ مگر کیا اس طریقہ سے جمع ہونے والی بھیڑ سے آپ اس کے سوا کوئی اور کام بھی لے سکتے ہیں کہ بس اپنی چند دوائیں بیچ لیں۔ اس مثال سے سمجھ لیجیے کہ ظاہر فریب تدبیروں سے تماشا پسند لوگوں کا جو ہلڑ برپا ہوتا ہے وہ کوئی جہانکشا طاقت نہیں بن سکتا۔ اس کے لیے تو صحیح طریقہ وہی ہے جو انبیاء علیہم السلام اختیار کرتے تھے۔ یعنی یہ کہ ایک شخص خالص خدا کی خوشنودی کے لیے پتّا مار کر ایک جگہ بیٹھے، خاموشی کے ساتھ دعوت و اصلاح کا کام کرے، رفتہ رفتہ لوگوں کے دل اور ان کی زندگیاں بدلے، اور برسوں کی لگاتار محنت سے مسلمانوں کی ایک ایسی جماعت تیار کرلے جو تعداد کے اعتبار سے چاہے مٹھی بھر ہی ہو، مگر ایمان اور عملِ صالح کی دولت سے بہرہ ور ہو۔ ایسے آدمیوں میں عقیدہ کی جو حرارت اور کیرکٹر کی جو صلابت ہوگی، اور احکامِ شرعیہ کی پابندی سے ان میں منظم اور منضبط طریقہ پر کام کرنے کی جو مستقل عادات پیدا ہوں گی، وہی درحقیقت عسکریت کی اصلی

روح ہیں - اور یہی عسکریت ہم کو مطلوب ہے -

(۵) جہاں تک عوام میں کام کرنے کا تعلق ہے، میرے نزدیک اُس کے لیے وہ طریق عمل سب سے بہتر ہے اور انبیاء کے طریق عمل سے اشبہ ہے جس سے مولانا محمد الیاس صاحب نے کام لیا ہے - جو لوگ اس طریقہ پر کام کرنا چاہتے ہوں، ان کو میں مشورہ دونگا کہ مولانا کے پاس جا کر ان کے کام کا ڈھنگ دیکھیں، انکے مبلغوں کے ساتھ تعاون کرکے عملی سبق حاصل کریں اور پھر اپنے اپنے علاقوں میں اسی طرز پر دعوت و اصلاح شروع کردیں - اس طرزِ عمل کے متعلق جو بات اچھی طرح ذھن نشین کر لینی چاہیے وہ یہ ہے کہ اس میں ابتداءً بڑے صبر کے ساتھ کام کرنا پڑتا ہے - یہاں ہتھیلی پر سرسوں نہیں جمتی - بسا اوقات چند کام کے آدمی پیدا کرنے میں برسوں بیت جاتے ہیں، اور بارہا یہ خیال کرکے آدمی کا دل ٹوٹنے لگتا ہے کہ اس کا مشن ناکام رہا - ان سختیوں سے گذرنے کے بعد کہیں کامیابیوں کا ظہور ہوتا ہے -

(۶) جو لوگ عوام میں کام کرنا چاہیں، ان کے لیے دیہی علاقے بہ نسبت شہروں کے زیادہ بہتر ہیں - ہماری شہری آبادیوں کا مزاج اُن ہنگامی تحریکوں نے بہت بگاڑ دیا ہے جو آج کل وباؤں کی طرح پھیل رہی ہیں - ان تحریکوں کی وجہ سے لوگ نمائش، ریا اور ہنگامہ کے خوگر ہو گئے ہیں، اور کسی ایسی تحریک کی طرف بمشکل راغب ہوتے ہیں جو ان کے ظاہر کی بہ نسبت ان کے باطن کی طرف زیادہ توجہ کرنے والی ہو، اور جو انہیں اندر سے بدل کر ایک مضبوط سیرت کی تخلیق کرنا چاہتی ہو - لہٰذا انسب یہ ہے کہ شہروں کو سردست انکے حال پر چھوڑ دیا جائے، اور دیہات کی آبادیوں کو درست کیا جائے جہاں ابھی تک سادہ فطرت رکھنے والے اثر پذیر لوگ پائے جاتے ہیں - تاہم جن لوگوں کو اپنے لیے شہروں میں کامیابی کا کوئی موقع نظر آتا ہو وہ اس سے فائدہ اٹھانے میں تامل بھی نہ کریں

(۷) عوام میں کام کرنے والوں کو یہ امر پیش نظر رکھنا چاہیے کہ اسلام کا پیغام ان لوگوں تک

محدود نہیں ہے جو مسلمانوں کی نسل سے پیدا ہوئے ہیں بلکہ سارے انسانوں کے لیے عام ہے، لہٰذا انہیں مسلم اور غیر مسلم سب کے پاس اس پیغام کو لے کر پہنچنا چاہیے۔ لیکن غیر مسلموں کو دائرۂ اسلام میں لانے کے لیے تین باتیں ضروری ہیں:

اوّلاً، ہمیں اُن موانع کو دور کرنا چاہیے جن کی وجہ سے غیر مسلموں میں اسلام کے خلاف شدید تعصبات پیدا ہو گئے ہیں۔ انگریزی حکومت کے اثرات سے مسلمانوں اور غیر مسلموں کے درمیان جو سیاسی، معاشی اور معاشرتی رقابتیں پیدا ہو گئی ہیں، ان کا اثر دیہات کی زندگی تک گہرا اتر گیا ہے، اور آئے دن کے فسادات اور کشمکشوں نے ایسی منافرت دونوں گروہوں کے درمیان پیدا کر دی ہے کہ یہ دو متقابل کیمپ بن گئے ہیں۔ ان حالات میں عام غیر مسلموں تک اسلام کا پیغام پہنچانا مشکل ہے، کیونکہ ان کے دل کے دروازے اس پیغام کے لیے مقفل ہو چکے ہیں۔ اب جو لوگ تبلیغ حق کا فرض انجام دینا چاہتے ہوں ان کو سب سے پہلے اس قفل کی کنجی ڈھونڈنی چاہیے، اور وہ کنجی یہی ہے کہ ان رقابتوں، عداوتوں اور کشیدگیوں کو کم کیا جائے جو مسلمانوں اور غیر مسلموں میں پیدا ہو گئی ہیں۔ مسلمانوں میں عام طور پر یہ ذہنیت پیدا کرنی چاہیے کہ ان کی تنظیم و اصلاح کا مقصد غیر مسلم ہمسایوں کے مقابلہ میں قومی مسابقت کے لیے تیاری کرنا نہیں ہے، بلکہ خود مسلمان بننا اور دوسروں تک اسلام کی نعمت کو پہنچانا ہے۔ ہر مسلمان میں انصاف پسندی، فیاضی، ہمدردی، ملاطفت کے جذبات پیدا ہونے چاہئیں، اور اسے غیر مسلموں کو اس نظر سے دیکھنا چاہیے کہ یہ ہمارے بھائی ہیں جو روحانی اور اخلاقی بیماری میں مبتلا ہیں، اور ہمارا کام یہ نہیں ہے کہ انہیں بیمار رہنے دیں اور ان سے پرہیز کریں، بلکہ یہ ہے کہ انہیں بیماری سے بچا کر تندرستوں میں شامل کریں۔

ثانیاً، عام مسلمانوں کو اپنے اخلاق، اپنے معاملات اور اپنے طرز زندگی کے اعتبار سے اتنا بلند ہونا چاہیے کہ محض ان کو دیکھ کر ہی ہر وہ شخص ان سے متاثر ہو جائے جس کی فطرت

میں نیکی، سچائی، راستبازی، انصاف، حسن اخلاق، صفائی و ستھرائی، اور پاکیزہ طرز زندگی کی قدر پہچاننے کی کچھ بھی استعداد موجود ہو۔ اگر عامۂ مسلمین میں یہ اوصاف پیدا ہو جائیں، اور غیر مسلم باشندے اپنے گرد و پیش کی مسلمان آبادی کو اخلاقی حیثیت سے اپنے مقابلہ میں برتر پانے لگیں، تو یقین جانیے کہ کسی کو ان سے یہ کہنے کی بھی ضرورت پیش نہ آئیگی کہ تم مسلمان ہو جاؤ۔ ان میں جتنے راستی پسند لوگ موجود ہیں (اور کونسی قوم ایسی ہے جس میں ایسے لوگ نہیں ہوتے) وہ خود بخود اُس جماعت میں شامل ہونے کی خواہش کرینگے جسکے اصول زندگی انسان کو اتنا بلند و برتر بنا دیتے ہوں۔ لہٰذا عام مسلمانوں میں یہ ذہنیت پیدا کرنی چاہیے کہ وہ ہر وقت اپنے آپ کو اسلام کا نمائندہ سمجھیں، اور زندگی کے ہر معاملہ میں یہ سمجھتے ہوئے کام کریں کہ ان کی ہر حرکت سے اسلام کے برحق ہونے یا نہ ہونے کے متعلق رائے قائم کی جاتی ہے۔

ثالثاً، عام مسلمانوں میں ہندوانہ اثرات کے تحت اونچ نیچ اور چھوت چھات کے جو خیالات پیدا ہو گئے ہیں ان کی بیخ کنی کرنی چاہیے، اور انہیں اس بات پر آمادہ کرنا چاہیے کہ ہر غیر مسلم کو، خواہ وہ کسی طبقہ کا ہو، بالکل مساویانہ حیثیت سے اپنے نظام معاشرت میں لے لیں، اور کسی حیثیت سے اس کے ساتھ امتیاز نہ برتیں، حتیٰ کہ اس سے شادی بیاہ کے تعلقات قائم کرنے میں بھی تامل نہ کریں۔

(۸) یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ بس مذہبی اور اخلاقی حالت کی اصلاح، اور اسلامی نظام جماعت کا قیام ہی وہ آخری منزل ہے جس پر پہنچ کر ہمارا کام ختم ہو جاتا ہے۔ بلکہ یہ سمجھنا چاہیے کہ یہ پہلی منزل ہے جسے طے کرنے کے بعد آگے بڑھنے کے لیے راستہ کھلتا ہے۔ کلمۂ طیبہ پر ایمان، اور اس مرکز پر منتشر قوتوں کا مجتمع ہونا، اور احکام شریعت کی پابندی سے لوگوں کے اندر انضباط اور منظم عادات و خصائل کا پیدا ہو جانا تو دراصل وہ چیز ہے جس سے زمین ہموار ہوتی ہے تاکہ اس پر عمارت تیار کی جاسکے۔ جہاں یہ زمین ہموار ہو جائے، جیسے میوات کے علاقہ میں اس وقت

ہو چکی ہے - وہاں اُن لوگوں کے لیے کام کا موقع ہے جنہوں نے تنظیم شؤن انسانی کے جدید طریقوں کی تعلیم حاصل کی ہے - انہیں چاہیے کہ وہاں جا کر مذہبی مصلحین کے ساتھ تعاون کریں اس علاقہ میں علم کی روشنی پھیلائیں - وہاں کے عوام میں سیاسی بیداری اور شعور پیدا کریں ان کی معاشی حالت درست کرنے کی کوشش کریں اور اسلامی اصول پر مالیات کا ایک نیا نظام تعمیر کریں - غرض مختلف پہلوؤں سے اس علاقہ کے لوگوں کو ترقی کے راستہ پر لگائیں، اور ان کو ایک ایسی مضبوط اور منتظم حالت تک پہنچا کر دم لیں جس کا طبعی نتیجہ یہ ہو کہ خدا اپنی خلافت سے ان کو سرفراز فرمادے اور وہ زمین کے صالح وارث (نہ کہ غاصب متملک) بن جائیں -

رسالہ ترجمان القرآن کے پرانے پرچے

ترجمان القرآن اپنے مضامین کی بلندی و علمی حیثیت کا سکہ ہندوستان بھر میں بٹھا چکا ہے اور اہل علم کے طبقے میں انتہائی قدر و منزلت اور عزت و احترام کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے - اگر آپ شروع سے اس کے مضامین سے فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں - تو جلد از جلد فرمائش بھیج دیجیے - اس وقت صرف ذیل کے پرچے دستیاب ہو سکتے ہیں قیمت فی پرچہ ۸ /

۵۲ھ صفر - ربیع الاول - ربیع الثانی - جمادی الاولیٰ - جمادی الآخرہ - رجب - شوال - ذی القعدہ ذی الحجہ -

۵۳ھ - محرم - صفر - ربیع الاول - ربیع الآخرہ جمادی الاولیٰ - جمادی الآخرہ رجب - شعبان - رمضان شوال - ذی القعدہ - ذی الحجہ -

۵۴ھ - جمادی الاولیٰ - جمادی الآخرہ - رجب - شعبان - رمضان - شوال - ذی القعدہ -

۵۵ھ - محرم - صفر - ربیع الاول - ربیع الآخر - جمادی الاولیٰ - جمادی الآخرہ - رجب - شعبان - رمضان - شوال - ذی القعدہ - ذی الحجہ -

۵۶ھ - محرم - جمادی الاولیٰ - جمادی الآخرہ - رجب - شوال - ذی القعدہ - ذی الحجہ -

۵۷ھ - محرم - صفر - ربیع الاولیٰ - ربیع الآخرہ - شعبان - رمضان - شوال - ذی القعدہ - ذی الحجہ -

۵۸ھ - محرم - صفر - ربیع الاولیٰ - جمادی الآخرہ - رجب - شعبان -

مینیجر رسالہ ترجمان القرآن - لاہور

دائرۂ حمیدیہ کی مطبوعات

مولانا حمید الدین رحمہ اللہ کی تفسیر نظام القرآن کے مندرجہ ذیل اجزاء کا اردو ترجمہ چھپکر تیار ہے۔ مولانا کے فہم و تدبر قرآن پر تمام عرب و عجم کا اتفاق ہے۔ ترجمہ مدیر الاصلاح کے قلم سے ہوا ہے اور ہندوستان کے تمام ارباب علم و ادب نے ترجمہ کی خوبی اور سلاست کی داد دی ہے۔

اجزاء تفسیر اردو میں		اجزاء تفسیر عربی میں	
تفسیر سورہ تین قیمت ۲ر	تفسیر سورۂ عصر قیمت ۶ر	تفسیر سورۃ القیامۃ ۴ر	تفسیر سورۃ العبس ۴ر
" " فیل ۸ر	" " " کوثر ۸ر	" " التین ۴ر	" " " الفیل ۸ر
" " کافرون ۴ر	" " " لہب ۶ر	" " الکوثر ۴ر	" " " اللہب ۴ر
" " اخلاص ۵ر		اسرای الصحیح فی من ہو الذبیح ۱۰ر	امعان فی اقسام القرآن ۸ر

تفسیر کے علاوہ مولانا حمید الدین فراہیؒ کی دوسری تصنیفات

اسباق النحو حصہ اول قیمت ۵ر اسباق النحو حصہ دوم قیمت ۶ر تحفۃ الاعراب قیمت ۲ر - اردو زبان میں عربی صرف و نحو کے بہترین رسالے ہیں۔

امثال آصف الحکیم - عربی مدارس کے ابتدائی درجوں کے لیے بہترین ریڈر ہے قیمت ۸ر

دیوان حمید - مولانا حمید الدین فراہی رحمہ اللہ کا فارسی دیوان ہے قیمت ۶ر

خرد نامہ منظوم - خاص فارسی زبان میں امثال سلیمان کا ترجمہ قیمت ۸ر

ملنے کا پتہ = دائرۂ حمیدیہ، مدرسۃ الاصلاح، سرائے میر، اعظم گڈھ - (یو-پی)

مطبوعات

پستالوزی کا فلسفۂ تمدن و تعلیم | تالیف ڈاکٹر عبد الحمید صاحب زبیری - بی - اے (جامعہ) ایم - اے - پی - ایچ - ڈی ضخامت ۲۱۶ صفحات، قیمت عہ - ملنے کا پتہ: مکتبہ جامعہ دہلی

پستالوزی جرمنی کا مشہور ماہر تعلیم اور فلسفی گذرا ہے، جو فلسفۂ تعلیم، فلسفۂ تمدن اور فلسفۂ مذہب میں سے ہر ایک کے متعلق اپنا مخصوص نظریہ رکھتا تھا اور جس کے تعلیمی فلسفہ نے دنیائے تعلیم میں ایک زبردست انقلاب پیدا کر دیا۔ اس نے بچے کی فطرت کا نہایت گہرا مطالعہ کیا تھا اور اس کے ساتھ چونکہ وہ ایک سلیم الطبع اور مذہبی آدمی تھا اس لیے اُس کی مخلصانہ عرق ریزیوں نے بچوں کی تعمیر و تربیت میں گرانقدر خدمات انجام دیں -

ڈاکٹر صاحب نے اپنی اس تصنیف میں اٹھارھویں صدی کے اسی فلاسفر کے افکار و خیالات پر سیر حاصل تبصرہ کیا ہے - پہلے تو دکھایا ہے کہ جس ماحول میں وہ پیدا ہوا تھا اس کے نفسی عوامل کیا تھے اور ان نفسی عوامل کا اور اس وقت کی مذہبی اور تمدنی تحریکات کا اس کے قوائے فکر و عمل پر کیا اثر پڑا - اس کے بعد مختصراً اس کے سوانح حیات بیان کیے گئے ہیں - اور پھر تفصیل کے ساتھ اس کے، تعلیم، تمدن، مذہب اور سیاست کے متعلق خیالات پر بحث کی گئی ہے -

مؤلف موصوف مغرب کے مذہبی احساس کے متعلق بہت خوش گمان معلوم ہوتے ہیں اور اسکی تمام تحریکات و نظریات حتیٰ کہ نظریۂ ارتقاء تک میں وہ گہرے مذہبی تصور کا جلوہ دیکھتے ہیں - ممکن ہے انفرادی حیثیت سے یہ مذہبی تصور کسی کسی دماغ میں موجود ہو مگر جہانتک عملی اور

تمدنی مظاہر کا تعلق ہے اس خوش گمانی کی کوئی گنجائش نظر نہیں آتی -

افکار عصریہ تالیف چارلس ارگیبن، ایف - آر - ایس - ای - ترجمہ محمدؐ نصیر احمدؐ صاحب عثمانی نیوتنوی (علیگ) - ضخامت ڈھائی سو صفحات، قیمت عہ دار المصنفین اعظم گڈھ سے طلب کی جائے

اس کتاب میں سائنس کے ایسے مختلف مسائل سے بحث کی گئی ہے جو طبیعات میں اصول کی حیثیت رکھتے ہیں، مثلاً اشیا رکس چیز سے بنی ہیں، جوہر کا مادہ ترکیب کیا ہے، برق، ایثر مقناطیسیت اور انرجی کیا چیزیں ہیں، نور کیا ہے، تجاذب کسے کہتے ہیں، برق مثبت کی کیا حقیقت ہے، ریڈیم کیا شے ہے وغیرہ - مصنف نے ان تمام بڑے بڑے مباحث کو، جن میں سے ہر ایک بجائے خود مستقل تصنیفیں چاہتا ہے بڑی چھان بین کے ساتھ مختصر لفظوں میں بیان کر دیا ہے اور کوشش کی ہے کہ سائنس کے خشک مسائل کو حتی الامکان دلچسپ انداز میں بیان کریں - جو لوگ اس فن کی موٹی موٹی اور ان گنت کتابوں کے مطالعہ کے لیے وقت نہیں نکال سکتے ان کے لیے یہ کتاب ایک بیش بہا نعمت ہے - وہ اسے بہت زیادہ مفید پائیں گے، مترجم نے ترجمہ کا حق بھی خوب ادا کیا ہے - لیکن ضرورت ہے کہ سائنس کی جو جدید اختراعات اور نظریات پیدا ہوتے جائیں سلسلہ وار انھیں اردو میں منتقل کیا جاتا رہے - آج صورتِ حال یہ ہے کہ ہر سال بلکہ ہر مہینے نگاہِ تحقیق کے سامنے نئے نئے راز کھلتے جا رہے ہیں نیز یہ دیکھا جا رہا ہے کہ جو چیز کل تک اصول مسلّمہ میں شمار ہوتی تھی آج غلط اور بے بنیاد ثابت ہو جاتی ہے -

حاجی لق لق کے افسانے حاجی لق لق لاہور کے مشہور ظرافت نگاروں میں ہیں - یہ کتاب انھیں کے چوبیس مزاحیہ افسانوں کا مجموعہ ہے، جن میں سے بعض بعض تو نہایت ہی دلچسپ ہیں، جن کے پڑھنے سے زندگی کے افکار تھوڑی دیر کے لیے تو ضرور بھول جاتے ہیں - لکھائی چھپائی بہت اچھی ہے، ۱۲/ میں مکتبہ اردو، لاہور سے مل سکتی ہے -

رازونیاز | نتیجۂ فکر جناب حکیم حبیب احمد صاحب اشعر دہلوی - ضخامت ۸۰ صفحے، چھوٹی تقطیع قیمت درج نہیں۔ ملنے کا پتہ: دائرۃ الادب، محلہ رودگران - دہلی۔

اشعر صاحب کی غزلوں کا یہ چھوٹا سا گل دستہ سادگی کے ساتھ شوخی اور پرکاری کی چاشنی بھی رکھتا ہے۔ بحیثیت مجموعی یہ مختصر سا دیوان شاعر کی قادر الکلامی اور "اشعریت" کا گواہ ہے لیکن کیا یہ بہتر نہ ہوگا کہ ہمارے نوجوان شعراء ارباب "چشم سحرکار" کی "فسوں طرازیوں" کو بھول کر اپنے ذہن کی عمدہ صلاحیتوں کو تعمیر ملت کے مفید تر کاموں میں صرف کریں؟ ادب اور شعریت کی مثال تو قند سفید کی سی ہے۔ اس سے مٹھائی تیار کرکے محض ذائقہ کی لذت کا سامان بھی فراہم کیا جاسکتا ہے اور اسے کڑوی کسیلی دواؤں کے ساتھ ترکیب دے کر خوش ذائقہ معجون بھی بنائی جاسکتی ہے تاکہ جسم و جان کو طاقت بھی بخشے اور اپنی شیرینی سے کام و دہن کی لذت طلبی کو بھی مطمئن کردے۔

دھلی | تالیف محمود علی صاحب جامعی - ضخامت ۴۶ صفحات - قیمت ۴ر - ملنے کا پتہ: مکتبہ جامعہ دھلی۔

یہ کتاب بچوں کے لیے لکھی گئی ہے جس میں انھیں دلی کی مختصر تاریخ اور اس کا جغرافیہ سمجھایا گیا ہے۔ تاریخی مقامات کے نقشے اور مشہور عمارتوں کے فوٹو بھی دیدیے گئے ہیں۔ بچے اس کتاب کو بڑی دلچسپی سے پڑھیں گے اور گھر بیٹھے دلی کی سیر کریں گے۔

رسولِ پاک | تالیف عبدالواحد صاحب سندھی جامعی - ضخامت ۱۶۵ صفحات، قیمت ۸ر ملنے کا پتہ: مکتبہ جامعہ - دھلی۔

یہ کتاب بھی بچوں کے لیے لکھی گئی ہے جس میں ان کے ہادی اور پیشوا (علیہ السلام) کی سیرت پاک سے سلیس اور دل نشین پیرایہ میں انھیں روشناس کرایا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ بچوں کو زندگی کے میدان میں جس ذات کے اسوۂ عمل کی پیروی کرنی ہے وہ ذات کونسی تھی

کیسی تھی، اور اس نے برائیوں اور دکھوں کے نیچے دبی ہوئی مظلوم انسانیت کو کیا دیا؟
یہ کتاب اگر اسلامی مدارس کے ابتدائی درجوں میں پڑھائی جائے تو مفید ثابت ہوگی اور پوری توقع ہے کہ بچوں کی سادہ اور معصوم فطرت پر رسول اللہ کی حقیقی عظمت اور محبت کا نقش اچھی طرح بیٹھ جائیگا۔

کتاب میں ایک جگہ فاضل مؤلف کے قلم سے ایک قابلِ اصلاح بات نکل گئی ہے۔ رسول اللہ کا بڑھیا سے یہ فرمانا کہ "بوڑھی عورتیں جنت میں نہیں جائینگی" اور پھر بڑھیا کے اظہارِ اضطراب کے بعد یہ فرمانا کہ "خدا ہر شخص کو جنت میں جوان کر کے بھیجے گا" محض آپ کے ذاتی علم الٰہی پر مبنی تھا قرآن سے آپ نے حوالہ دیکر نہیں فرمایا تھا، کیونکہ قرآن میں تو اس امر کا کوئی ذکر ہی نہیں۔

ادب لطیف کا ڈراما نمبر ادب لطیف، لاہور کا مشہور اور بلند پایہ ادبی ماہنامہ ہے زیر تبصرہ پرچہ اس کا ڈراما نمبر ہے جس میں متعدد معیاری ڈراموں کے علاوہ ڈرامہ نگاری کی تاریخ اور اس کے فن پر بہترین مقالات موجود ہیں۔ ڈرامے ہر قسم کے ہیں، مختصر بھی، طویل بھی، منظوم بھی، منثور بھی، طبعزاد بھی، مترجم بھی۔ لہٰذا کہا جاسکتا ہے کہ یہ نمبر پرچے کے محترم مدیر کی بڑی تیاریوں اور کامیاب فنی خدمتوں کا نتیجہ ہے۔ دوسو سے زائد صفحات کا یہ ضخیم نمبر مکتبہ اردو، لاہور سے صرف ۱۲ میں مل سکتا ہے۔

مسیح الملک مرتبہ حکیم محمد مظہر الدین صاحب اجملی۔ ضخامت ۶۰ صفحات، شرح چندہ عہ سالانہ۔
ملنے کا پتہ: دفتر مسیح الملک۔ قرولباغ۔ دھلی۔

یہ ایک طبی ماہنامہ ہے جو چند ماہ سے نکل رہا ہے۔ اس کے اندر دلی و بیرون دلی کے مستند اطبا کے طبی مقالے سادہ اور عام فہم زبانوں میں شائع ہو رہے ہیں اپنی صحت کی حفاظت ہر انسان پر واجب ہے، لیکن ہر شخص طب اور حکمت کی باقاعدہ تعلیم حاصل نہیں کر سکتا، اس لیے اس قسم کے رسالے جو ہماری اپنی ملکی زبان میں شائع ہوتے ہیں، عام لوگوں کو ان سے فائدہ اٹھانا چاہیے۔

بقیہ مضمون صفحہ ۹۲ کے مطابق جمہوری نظام حکومت قائم کیا گیا، وہاں وہ نہ صرف یہ کہ ناکام ہوا، بلکہ اکثر مواقع پر اپنے ساتھ ملک کی آزادی کو بھی لے کر ڈوب گیا۔ ہر جگہ ساون کے اندھوں نے اس امر واقعی کو جانتے بوجھتے نظر انداز کیا کہ انکے ملک میں کئی قومیں بستی ہیں، اور محض ایک جغرافی رقبہ میں رہنے کی وجہ سے پوری آبادی کو ایک نیشن قرار دے کر جمہوریت کے وہ اصول نافذ کردیے جو صرف ایک قوم ہی کے لیے موزوں ہو سکتے ہیں۔ لیکن تجربہ نے بتادیا کہ ساون کا اندھا جس حقیقت کی طرف سے آنکھیں بند کرتا ہے وہ آخر کار بہت تلخ حقیقت بن کر ایسے وقت میں اسکی آنکھوں کو زبردستی کھولتی ہے جبکہ بسا اوقات آنکھیں کھلنے سے بھی کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ پس کانگریس کے لیڈروں میں اگر کوئی ہوشمند، دانا و بینا آدمی موجود ہے تو میں اس سے کہوں گا کہ جمہوریت کے اس غیر حقیقی اور ثابت شدہ غلط نظریہ کو اپنے دماغ سے نکال دو، اور اُن پرانے خیالات کے بجائے، جن کو برسوں پہلے تم نے اپنے انگریز استادوں سے مستعار لیا تھا، نئے تجربات اور عقلِ عام کی روشنی میں ایک نیا نظام بنانے کی فکر کرو۔ اسی میں تمہاری اور ہندوستان کی خیر ہے۔ ورنہ یا تو آزادی وطن کا خواب تعبیر نکلنے سے پہلے ہی پریشان ہو جائیگا، یا حسن اتفاق سے تعبیر نکل بھی آئی تو "اگر ماند شبے ماند شبے دیگر نمی ماند" والا معاملہ ہوگا۔

کس قدر افسوس ناک بات ہے کہ برطانوی حکومت سے تو تم انصاف اور راستی کا مطالبہ کرتے ہو مگر خود بے انصافی اور ناراستی پر مصر ہو۔ اگر انگریز قوم کو ہندوستان کی مرضی کے خلاف اُس پر حکومت کرنے کا حق حاصل نہیں ہے تو ہندو قوم کو اس ملک کے غیر ہندو لوگوں پر اُنکی مرضی کے خلاف حکمراں ہونے کا کیا حق ہے؟ محض تعداد میں کثیر ہونا اس بات کو حق بجانب نہیں کر دیتا کہ جو لوگ تم سے تعداد میں کم ہیں اُن پر تمہاری مرضی مسلط ہو۔ یہ چیز جمہوریت کے بنیادی تصور کے منافی ہے۔

جس لعنت میں اس کا نام جمہوریت رکھا گیا ہے وہ جلا دینے کے قابل ہے - بہتر ہے کہ تم خود اپنے ہاتھوں سے اسکو جلادو، ورنہ زمانہ خود اس میں آگ لگا دیگا اور اسکی پرواہ نہ کریگا کہ جو ہاتھ اس لعنت کو پکڑے ہوئے ہے وہ آنچ سے محفوظ رہتا ہے یا نہیں -

عقل، انصاف اور راستی کا تقاضا یہ ہے اور یہی صحیح جمہوریت بھی ہے کہ ہندوستان میں بین الاقوامی وفاق کے اصول پر ایک ایسا جمہوری نظام بنایا جائے جس میں کسی قوم کی حیثیت "محفوظ اقلیت" کی نہ ہو بلکہ اسٹیٹ کے حصہ دار کی ہو، ہر قوم کو اپنے اندرونی معاملات کی تنظیم کے لیے حکومت کے اختیارات خود استعمال کرنے کا حق دیا جائے، اور وفاقی اسٹیٹ کا دائرۂ اثر صرف اُن معاملات تک محدود رہے جو سب قوموں کے مشترک مفاد سے تعلق رکھتے ہیں - میں نے اس نئے تخیل کو اپنی کتاب "مسلمان اور موجودہ سیاسی کشمکش" حصہ دوم میں صفحہ ۳۱۲ سے ۱۷ تک کافی تفصیل کے ساتھ بیان کر دیا ہے، لہٰذا یہاں اسکو دُہرانے کی ضرورت نہیں - میں کانگریس کے لیڈروں کو بھی اسکی طرف توجہ دلاتا ہوں، اور مسلم لیگ کے لیڈروں سے بھی درخواست کرتا ہوں کہ براہِ کرم اس نازک موقع پر غلط طریقوں سے مسلمانوں کی نمائندگی نہ فرمائیے، بلکہ ایک معقول اور منصفانہ بنیاد پر معاملات کو اس طرح طے کرنے کی کوشش کیجیے کہ مسلمان اور ملک کی دوسری قلیل التعداد قوموں کو ان کے جائز حقوق بھی مل جائیں اور وہ آزادی وطن کی راہ کا روڑا بھی نہ بننے پائیں -

---

ہندوستان کے تنگ حدود سے باہر دنیا کے وسیع عرصۂ کارزار میں موجودہ جنگ نے ایک اور اہم مسئلہ بھی پیدا کر دیا ہے جو مسلمانوں کو دعوتِ فکر و عمل دے رہا ہے - اس وقت دنیا میں مسابقت اور کشمکش درحقیقت قوموں کے درمیان نہیں بلکہ فلسفۂ زندگی اور اصولِ اجتماع کے مختلف نظریات

(آئیڈیالوجیز) کے درمیان ہے - ایک طرف سرمایہ دارانہ جمہوریت ہے - دوسری طرف فاشزم اور نازی ازم ہے - تیسری طرف کمیونزم ہے - یہ تینوں دنیا کی حکمرانی کے لیے برسر پیکار ہیں اگرچہ سردست ایسا معلوم ہوتا ہے کہ موخرالذکر دو طاقتوں نے پہلی طاقت کو شکست دینے کے لیے باہم ساز باز کرلیا ہے، مگر یہ امر یقینی ہے کہ بعد میں خود ان کے درمیان بھی ایک فیصلہ کن کشمکش ہوگی - اور کوئی نہیں کہہ سکتا کہ آخرکار کس نظریہ کو غلبہ نصیب ہوگا - اس خوفناک طوفان میں اُن قوموں کے لیے بقاو ثبات کا کوئی امکان نظر نہیں آتا جن کے پاس قومیت کے سوا کچھ نہیں ہے، جو کوئی ایسی آئیڈیالوجی نہیں رکھتیں جسے لیکر وہ دنیا پر چھا جانے کے عزم کے ساتھ اٹھ سکیں - ایسی قومیں خواہ کتنے ہی مضبوط قلعے اپنے گرد تعمیر کرلیں، بہرحال یہ طوفان انکے قلعوں کو بہالے جائیگا اور اسکے مقابلہ میں انکے پاؤں نہ جم سکینگے -

بدقسمتی سے تمام مسلمان قومیں، خواہ وہ آزاد ہوں یا محکوم، اس وقت قومیت کے مرض میں مبتلا ہیں - ٹرکی، ایران، مصر، عراق، افغانستان، سب اپنی اپنی قومی مملکتوں کے اندر دروازے بند کیے بیٹھے ہیں، اور ان کو صرف اپنے حدود قومی کے تحفظ کی فکر ہے - ہندوستان اور دوسرے محکوم ممالک کے مسلمان بھی اپنے قومی مفاد کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں - یہ حالت اگر یونہی برقرار رہی تو اندیشہ ہے کہ آخرکار ان لڑنے والے اِزموں میں سے کوئی فتح یاب اِزم تمام یا اکثر اسلامی ممالک میں سیلاب کی طرح گھس آئیگا اور ان کا وہی حشر ہوگا جو روسی ترکستان کا ہوچکا ہے - کاش کوئی ذریعہ ایسا ہو کہ خود فراموش مسلمانوں کو پھر یاد آجائے کہ ان کے پاس بھی ایک آئیڈیالوجی موجود ہے جو دنیا کو فتح کرنے کی طاقت رکھتی ہے، جو دنیا میں آئی ہی اس لیے تھی کہ اُس پر چھا جائے اور اس پر فرمانروائی کرے - "مسلمان" کے نام سے ایک بین الاقوامی جماعت بنائی ہی اسلیے گئی تھی کہ وہ اس آئیڈیالوجی کو لیکر اٹھے اور زمین کی ساری پہنائیوں پر محیط ہوجائے -

اب کہ دنیا قوموں اور سلطنتوں کی لڑائی سے ہٹ کر خود بخود نظریات و افکار کی لڑائی پر آ گئی ہے ، مسلمان کے لیے موقع ہے کہ اپنے نظریات و افکار کو لے کر میدان مقابلہ میں بڑھے۔ اس بنیاد پر اگر وہ لڑیگا تو خواہ ٹینک اور ہوائی جہاز ایک مرتبہ اسکی ساری زمینوں کو برباد اور اس کی آبادیوں کو تہس نہس ہی کیوں نہ کر دیں ، بہرحال جب تک دنیا میں ایک مسلمان بھی زندہ ہے اسکے لیے امید کی جاسکتی ہے کہ وہ آخرکار بازی جیت کر رہیگا - لیکن آئیڈیالوجی کی بنیاد چھوڑ کر نری قومیت کی بنیاد پر لڑنے کی صورت میں کوئی توقع نہیں کہ اس کے قدم اُن طاقتوں کے مقابلہ میں ٹھیر سکینگے جنہوں نے اٹھارہ دن کے اندر پولینڈ جیسی ایک جدید یورپین سلطنت کو صفحہ دنیا سے محو کر کے رکھ دیا ۔ مسلمانوں کے پاس لے دے کر جو تین چار آزاد حکومتیں موجود ہیں انکی مجموعی طاقت بھی شائد پولینڈ کے برابر نہیں ہے ۔

مسلمان اور موجودہ سیاسی کشمکش

حصہ اول

اسلامی ہند کی گذشتہ تاریخ، موجودہ حالت اور مستقبل کے امکانات پر ایک سبق آموز تبصرہ جس سے مسلمانانِ ہند کے قومی مسئلہ کا ایک نیا تصور پیدا ہوتا ہے۔ اس کتاب کو زیادہ سے زیادہ پھیلانے کی ضرورت ہے۔ اسلئے قیمت بہت کم رکھی گئی ہے

حصہ دوم

اس حصہ میں ہندوستان کے موجودہ سیاسی حالات پر مفصل تبصرہ کرکے بتایا گیا ہے کہ مسلمانوں کی غفلت سے اس وقت تک ملک کے سیاسی تغیرات کس طرح اصول اسلام اور مسلمانوں کے قومی مفاد کے خلاف ہوتے رہے ہیں اور یہ کہ اگر اب مسلمان اپنی قومی زندگی کو برقرار رکھنا چاہتے ہیں تو انہیں کونسی پالیسی اختیار کرنی چاہیئے۔ اس کی قیمت بھی اشاعت عام کے لئے بہت کم رکھی گئی ہے۔

حصہ سوم

مسلمانوں کی موجودہ سیاسی کشمکش کا عملی حل کیا ہے۔ اسلامی حکومت کن اصولوں پر قائم کی جا سکتی ہے۔ ایسا اقدام کرنے والے گروہ کو کن اصولوں پر منظم کیا جا سکتا ہے، اور ان اصولوں پر جس قدر اعتراضات و شبہات کئے جا سکتے ہیں، ان کا جواب کیا ہے۔ یہ تمام باتیں اس حصہ میں شرح و بسط کے ساتھ بیان کر دی گئی ہیں۔

قیمت حصہ اول	حصہ دوم	حصہ سوم	محصول ڈاک
آٹھ آنے فی جلد	ایک روپیہ آٹھ آنے	ایک روپیہ چار آنے	تین آنے

دفتر رسالہ ترجمان القرآن دار الاسلام، پٹھانکوٹ، (پنجاب)

مدیر ترجمان القرآن کی تالیفات

الجہاد فی الاسلام

مختصر فہرست مضامین حسبِ ذیل ہے :-

۱- اسلامی جہاد کی حقیقت ہمیں بتایا گیا ہے کہ قرآن کی تعلیمِ جہاد کن اہم حقائق پر مبنی ہے اور نظامِ تمدن میں روحِ جہاد کا کیا مرتبہ ہے
۲- مدافعانہ جنگ وہ اغراض جن کے لئے قرآن نے دفاعی جنگ کا حکم دیا ہے۔
۳- مصلحانہ جنگ اصلاحی جنگ کے اصول و مقاصد کی تشریح اور ان اعتراضات کا جواب جو اس نوع کی جنگ پر کیے جاتے ہیں
۴- اشاعت اسلام اور تلوار۔ دعوت و تبلیغ کے متعلق اصول تعلیم اسلامی کی تشریح اور اس امر کی تحقیق کہ اشاعتِ اسلام میں تلوار کا کیا حصّہ ہے۔
۵- قوانینِ جنگ اسلام سے قبل کے وحشیانہ طریقہائے جنگ اور اُن میں اسلام کی اصلاحات۔
۶- جنگ دوسرے مذاہب میں۔ جنگ کے متعلق ہندو مذہب، بودھ مت، یہودیت اور مسیحیت کی تعلیمات پر مفصل تبصرہ۔
۷- جنگ اور تہذیب جدید۔ بین الاقوامی قانونِ جنگ کی تفصیل اور اسلامی قانون سے اسکا مقابلہ۔ قیمت مجلد ۵ غیر مجلد للعہ

رسالہ دینیات

یہ رسالہ ہائی اسکول کی آخری جماعتوں میں تعلیم پانے والے لڑکوں اور لڑکیوں کیلئے لکھا گیا ہے۔ اِس میں تعلیم دینیات کا بالکل جدید طرز اختیار کیا گیا ہے۔ مسلمان نوجوانوں کو کالج کی منزل میں داخل ہونے سے پہلے یہ رسالہ پڑھا دینا نہایت ضروری ہے۔ اِسمیں بہترین عقلی دلائل کے ساتھ اسلام کی بنیادی تعلیمات اور اصولِ شریعت کو سمجھایا گیا ہے اور ان شبہات کو رفع کیا گیا ہے جو زمانۂ جدید کے دماغوں میں عموماً پیدا ہوتے ہیں۔

طلبہ کے علاوہ عام ناظرین اور خصوصاً جدید تعلیم یافتہ حضرات کے لیے بھی اِس رسالہ کا مطالعہ فائدہ سے خالی نہیں نیز علماء بھی اِس سے مستفید ہوسکتے ہیں کیونکہ یہ رسالہ انکو بتائیگا کہ اِس دور میں اسلام کو پیش کرنیکا صحیح طریقہ کیا ہے۔

قیمت ۱۰/ محصول ڈاک ۲/ خرچ وی پی ۳/

دفتر ترجمان القرآن لاہور سے طلب کیجیے

سوسل و تصاویر پرنٹ پریس [illegible] میں چھپ [illegible]